صحابہ کرامؓ
اور
عشقِ حبیب ﷺ کے تقاضے

علی اصغر چودھری

M/1719°
DATA ENTERED

صحابہ کرامؓ اور عشقِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

علی اصغر چودھری

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

297,64 Ali Asghar Ch.
Sahabah Karam aur Ishq - e - Habeeb Kay Taqazay / Ali Asghar Ch. - Lahore : Sang -e-Meel Publications, 2000.
248 p.
1. Islam. 2. Sawaneh-Sahabah.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کاروائی کا حق محفوظ ہے

2000.
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN: 969-35-0095-4

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970

کمبائن پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

فہرست

ابتدائیہ	۹
محبوبِ خدا کا پہلا جانثار	۱۳
طائف کے بازاروں میں	۱۶
عداس کی بے قراریاں	۱۹
خوشی کے آنسو	۲۵
ابھی عشق کے اِمتحاں اور بھی ہیں	۲۸
یثرب سے مدینہ تک	۳۱
محبوبِ خدا کے میزبان	۳۵
میرا محبوب کس حال میں ہے	۳۹
بے زبان کی محبت	۴۵
ذفران کے میدان میں	۴۷

Marfat.com

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا	۵۱
قُم یا نومان	۵۵
اُمِّ سلیم اور چھری	۶۰
خاتونِ اُحد	۶۵
غزوۂ اُحد کے نازک لمحات اور صحابہ کرامؓ کی جاں نثاریاں	۶۹
سُولی اور حضرت زیدؓ اور حضرت خبیبؓ	۷۵
غزوۂ تبوک اور تین سچے مومن	۷۸
راہِ حق کے تین اسیر	۸۷
جاؤ جنت تمہاری منتظر ہے	۹۰
آنکھیں ترستی رہیں	۹۳
صحابہ کرامؓ کا اضطراب	۹۶
آقاؐ میں حاضر ہوں	۱۰۱
آقاؐ ہمیں صرف آپؐ درکار ہیں	۱۰۷
عُسرت اور حسرت	۱۱۰
کیا میں منافق ہوں	۱۱۳
سعادت مند بیٹی	۱۱۶
مبلغ اور میزبان	۱۱۹
دلوں کی کدورت جاتی رہی	۱۲۴
اہلِ خندق کی دعوت	۱۲۷
حضرت انسؓ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۹
خوش نصیب خاتون	۱۳۱

Marfat.com

جاں نثار کی فراست	۱۳۴
اجازت اور سلام	۱۴۱
کیا مانگوں	۱۴۴
قرض ادا کر دو	۱۴۷
مالِ غنیمت	۱۴۹
اُوپر والا ہاتھ اور نیچے والا ہاتھ	۱۵۱
قاتل کی بیٹی	۱۵۳
رات کے مسافر	۱۵۵
عاشق کی اذان	۱۵۷
ابو خیثمہ رضؓ ہوگا۔	۱۵۹
تم مُشرک ہو	۱۶۱
ضمانت	۱۶۳
میزبان کی بے قراری	۱۶۵
اگر آپؐ مجھے صرف سو آدمی دے دیں تو	۱۶۷
شاہ شاہان کے دربار میں	۱۷۳
اللہ ان سے راضی ہوا	۱۷۵
تلواروں کی گود میں	۱۷۷
اِجلِسُوْا	۱۸۰
روتے کیوں ہو	۱۸۳
جگر کٹتے ہیں	۱۸۶
جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸۷

Marfat.com

افشائے راز	۱۸۹
شوقِ شہادت	۱۹۳
جانثار بیٹا	۱۹۶
جذبۂ جہاد	۱۹۹
اب کون بچائے گا	۲۰۱
غلّے کا تاجر	۲۰۵
سخاوت	۲۰۹
جب سینے پر ہاتھ رکھا	۲۱۲
جب کدورت جاتی رہی	۲۱۵
نوجوان مؤذّن	۲۱۷
قصیدۂ بانت سعاد	۲۲۰
اس کی زبان کاٹ ڈالو	۲۲۶
اگر میں عدل نہ کروں گا تو	۲۳۱
حاطبؓ کا خط	۲۲۸
جب پناہ مل گئی	۲۳۳
مسجد نبویؐ / روضہ اقدس	۲۳۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ابتدائیہ

جب بھائی بھائی کا گلا کاٹنے لگے۔

جب اسلام کا ایک دعویدار دوسرے کی دکان اور مکان کو نذرِ آتش کرنے لگے۔

جب ایک زبان بولنے والا مسلمان دوسرے مسلمان کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کرے۔

جب بے گناہ شہریوں پر نبیؐ کا کلمہ پڑھنے والے خود پتھراؤ کرنے لگیں۔

جب مسلمانوں جیسے نام رکھنے والے لوگ گولی کی زبان سے بات شروع کر دیں۔

جب لوٹ مار کا بازار گرم ہو جائے اور ڈاکو دندناتے پھریں۔

جب اسلامی مملکت میں کرفیو کی پاسبانی کو بار بار دعوت دی جائے

تو

اس وقت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام کرنے اور ان پر عمل کر کے دکھانے کے علاوہ دوسرا کوئی ایسا طریقہ کار کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جسے اپنا کر ہم عذابِ الٰہی سے نجات حاصل کر سکیں جو ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔

قرآن مجید حد سے گزر جانے والوں کے بے شمار واقعات کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ جب تک قوم بہ حیثیت مجموعی اپنی سیہ کاریوں سے توبہ نہیں کرتی۔ عذاب نہیں ٹل سکتا۔ اور ابنائے جنس کے لیے جو نفرت دلوں پر قابو پا لیتی ہے۔ وہ اس وقت تک محبت میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ دلوں کا مالک ــــ کائنات کا مالک ــــ اپنی رحمت کی پھوار

سے نفرت کے یہ داغ دھبّے نہ دھو ڈالے۔ کیونکہ خود اس کا ارشاد ہے کہ تم دُنیا بھر کی دولت خرچ کرکے بھی نفرت کو محبّت میں تبدیل نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ ہی ہے جو ایسا کر سکتا ہے۔

ہم انتظامیہ کا مُنہ تکتے ہیں لیکن اپنے دِل کے اندر جھانک کر نہیں دیکھتے۔ کہ اس میں حسد۔ بغض۔ کینہ۔ مکر۔ فریب اور نفرت وحقارت کے کس قدر زہریلے سانپ پھنکارے مار رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ اللہ ہی ہے جو دِلوں کو جوڑنے اور ان میں پیار و محبّت پیدا کرنے کی پُوری پُوری قدرت رکھتا ہے مگر ہم نے یہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس ذات پاک کے ارشادات کو فراموش کر دیا ہے۔

اَللہ پاک نے اپنے حبیب حضرت محمّد مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی رحمت بے پایاں کا مظہر اتم بنا کر دُنیا میں بھیجا اور اُنھوں نے عرب میں اس وقت اپنا پیغام سنانا شروع کیا جب دُنیا بھر کی بُرائیاں عربوں کا شعار بن چکی تھیں۔ آپؐ نے اپنی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ سے ان کی ایسی ذہنی تربیت کی کہ ان لوگوں کی زندگیوں میں حیرت انگیز انقلاب آگیا اور صدیوں تک ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہنے والے آپس میں ایسے بھائی بھائی بن گئے کہ ان کے حالات و واقعات پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اور انھوں نے ایک ایسے معاشرے کو تشکیل دی جس کی نظیر پیدا کرنے سے زمانہ قاصر ہے۔

آج بھی اَللہ پاک کے فضل و کرم سے ایسے لوگ موجود ہیں جنھیں دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آفتابِ نبوت سے بلا واسطہ اکتسابِ نور کرنے والوں کی روحانی اور اخلاقی قوّتیں کس طرح بلند و بالا اور مضبوط و منظم ہوں گی۔ کیونکہ بالواسطہ اکتسابِ نور کرنے والے بھی چودہ سو سال گزرنے کے باوجود حیرت انگیز انقلابات برپا کر سکتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بلا کسی حجاب کے آفتابِ نبوت سے روشنی۔ حرارت۔ اور توانائی حاصل کرکے ایمان و ایقان اور فکر و عمل کے اس بلند ترین مقام پر متمکن ہو گئے تھے جس کے متعلق خود اَللہ پاک نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ

(اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوتے)

سچی بات تو یہ ہے کہ آفتاب رسالت کی تیز کرنوں نے صحرا نشینوں کے تخیل میں حیرت انگیز تموج پیدا کر دیا تھا اور سرکارِ مدینہ کے فیضان نظر نے ان کی عقیدت و ارادت۔ ہمت و شجاعت اور اقوال و اعمال میں تلاطم برپا کر دیا تھا۔ جس سے ریگزار حجاز میں عشق محمدی کا ایک طوفان اُمنڈ آیا۔ اور وہ کفر و شرک۔ ظلم و عدوان اور جہالت و ضلالت کے طوفانوں سے اس جوش و جذبہ کے ساتھ دست و گریباں ہو گئے کہ تیس سال کے عرصہ میں جہاں تک ان کے قدم پہنچے۔ وہاں امن و سلامتی۔ علم و عرفان۔ اخلاق و مروت اور یقین و ایمان کی سدا بہار کلیاں چٹکنے اور مہکنے لگیں اور ذرہ ذرہ ان کے گن گانے لگا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ مقدس طبقہ صحیح معنوں میں کمالات نبوت کا آئینہ دار اور جمالات رسالت کا مظہر ہے۔ اس لیے ان کے نقوش قدم پر نہایت استقامت سے گامزن رہنا ہی دینی و دنیاوی سعادتوں سے ہم کنار ہونے کا ضامن ہے۔ اور یہی وہ راستہ ہے جو اُمت کو ہر قسم کی گمراہی سے بچا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے قلوب ہر کھوٹ سے پاک اور ان کی نیتیں ہر ذاتی مفاد سے بالا تھیں۔

لہٰذا وطن عزیز کے بگڑے ہوتے معاشرہ کو سدھارنے کے لیے ان نفوس قدسیہ کے قول و فعل سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے قائم کردہ مثالی معاشرہ کی ایک جھلک ہم بھی دیکھ سکیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ:-

"جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے وہ اُن کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جو اس اُمت کا سب سے افضل ترین طبقہ ہے ـــــ قلوب ان کے پاک تھے۔ علم ان کا گہرا تھا بتکلف و

Marfat.com

تصنّع ان میں کالعدم تھا۔ اللہ نے انھیں اپنے نبیؐ کی صحبت اور دین کے برپا
کرنے کے لیے چن لیا تھا۔ اس لیے ان کی فضیلت اور بزرگی کو پہنچانو توان کے
نقوشِ قدم پر چلو اور مقدور بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو۔
اس لیے کہ وہی ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے۔"

آج کل وطن عزیز میں نت نئے "اِزموں" کے نعرے لگاتے جا رہے ہیں اسلام سے بیزاری کا کھلم کھلا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور عذابِ الٰہی کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تاکہ قوم سیدھی راہ اختیار کرنے کی بجائے مزید الجھنوں کا شکار ہو۔ آج ہر کس و ناکس اپنی دانست میں "حکیم الامت" بننے کا داعی ہے حالانکہ اللہ پاک نے مظاہر نبوت کو صحابہ کرامؓ کے ہر طبقہ میں اس طرح جمع فرما دیا تھا کہ ان کی زندگی میں ہمارے لیے ایسا نمونہ ہے جس سے فیض حاصل کر کے ہم اپنے قلوب و ارواح کو منور کر سکتے ہیں اور ان کی طرح سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر عمل کر کے انوار و تجلّیات کی دولت سے مالا مال ہو سکتے ہیں یہ کتنی بڑی حقیقت ہے۔ کہ:۔

"حق تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کی زندگی کے اتنے ہی نمونے بنا دیے ہیں۔ جتنے زندگی
کے گوشے اور اللہ تک پہنچنے کے رُخ ہو سکتے ہیں تاکہ اپنے اپنے ذوق کے
مطابق ہر اُمتی ان مختلف الجہات مشربوں اور رُخوں سے اسلام کا آبِ
حیات پیتا رہے اور اپنی رُوح کو سیراب کرتا رہے۔"

اس مختصر سی کتاب میں ہم نے عشقِ حبیبؐ کی راہ میں صحابہ کرامؓ کی جانثاریوں کے چند واقعات جمع کر دیے ہیں۔ تاکہ عشق و وفا کا یہ معطر اور خوشنما گلدستہ ہر مسلمان کو دعوتِ عمل دیتا رہے اور اس کی برکت سے ہماری مجلسیں قابلِ رشک بن جائیں اس طرح ہم بھائی بھائی بن کر رہ سکیں گے۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

احقر
علی اصغر چودھری

ارائیں ہاؤس ٹنڈو آدم۔ پاکستان
یکم ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ

Marfat.com

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جانثار

کرّۂ ارض پر انوار و تجلیاتِ الٰہی کا مرکز ـــ بیت اللہ ـــ اس مبارک لمحے کا منتظر تھا جب اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ان بے شمار بتوں کی نجاست سے نجات دلوائیں گے جو معمارِ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نے صدیوں بعد صراطِ مستقیم سے بھٹک جانے کی وجہ سے وہاں نصب کر رکھے تھے حالانکہ معمارِ کعبہ نے اُسے "اللہ کا گھر" کہا تھا۔ اور اسے اللہ ہی کے حکم پر محض اس کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا۔ لیکن اب اسی کی چار دیواری کے اندر توحید کا پیغام سنانے والے محبوبِ خدا کو دیوانہ اور ساحر کہا جا تا رہا تھا۔ جنہیں ربّ السمٰوات والارض کا حکم مل چکا تھا۔ کہ اب دعوتِ حق کا کام علی الاعلان کریں اور اس راہ میں کسی کی پرواہ نہ کریں۔ اس لیے آج جب انھوں نے حرمِ کعبہ میں کعبہ کے مالک کی وحدانیت کا پیغام سنایا اور برملا توحید کا اعلان کیا تو وہاں پر موجود مشرکوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ اور چاروں طرف سے

"توہین ـــ حرمِ کعبہ کی توہین۔ ہمارے معبودوں کی توہین" کی پکار سنائی دینے لگی۔

Marfat.com

حرم کعبہ میں اس وقت ان بُت پرستوں کے درمیان وہ کھڑا تھا۔ جسے یہ لوگ اب تک مکّہ کا سب سے زیادہ پاکباز ــــ سب سے زیادہ بڑھ کر سچّا۔ اور سب سے بہتر انسان کہتے تھے۔ اور اسے صادق اور امین کے لقب سے پُکارا کرتے تھے۔ لیکن آج سچی بات کی پاداش میں اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا اور شور وغل کے ساتھ ساتھ دست درازی کے ارادے سے مشرکوں کے ہاتھ ان کی طرف اُٹھنے لگے تھے۔

حرم کعبہ کے پاس ہی وُہ مُبارک گھر تھا۔ جس میں اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ان شوہروں کی اولاد کے ساتھ رہتی تھیں جو اس دُنیا سے رُخصت ہو چکے تھے۔ اور اَب وہاں ام المؤمنین رضؓ کے سرتاج محبوبِ خُدا حضرت محمّد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم رہتے تھے۔ اس گھر میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ام المؤمنین رضؓ کے بطن سے ان کے پہلے شوہر ابوہالہ بن زرارہ کے فرزند حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ــــ جو محبوبِ خدا کے ربیب یعنی پروردہ تھے ــــ داخل ہوتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے سردار اور آقا محبوبِ خُدا کو حرم کعبہ میں جاتے دیکھا تھا۔

وہ آرام کرنے کی غرض سے ایک چارپائی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کہ حرم کعبہ میں اچانک شور و غُل اٹھا جو لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ان کے قدم رُک گئے۔ اور انھوں نے اپنی توجہ ان بے ہنگم آوازوں پر مرکوز کر دی۔ تاکہ انھیں سمجھنے کی کوشش کی جائے

"توہین ــــ ہمارے معبودوں کی توہین۔ پکڑو۔ جانے نہ دو"

یہ اور اس قسم کی تیز و تند آوازیں فضا میں تحلیل ہو رہی تھیں وہ چونک اُٹھے۔

"اوہ ــــ ابھی تھوڑی دیر پہلے محبوبؐ خدا حرم کعبہ میں داخل ہُوئے تھے کہیں یہ سارا ہنگامہ ان کے خلاف تو نہیں ہے"

"یقیناً ان ہی کے خلاف ہے" بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔ اور انھوں نے بے تحاشا حرم کعبہ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

"محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم جناب حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سرپرست اور مربّی ہی

Marfat.com

نہ تھے۔ وہ محبوبِ خدا اور مومنوں کے دلوں کی دھڑکن بھی تھے ــــ وہ بھاگتے جا رہے تھے اور آنے والے خطرہ کا احساس انھیں اور تیز بھاگنے پر مجبور کر رہا تھا ــ محبت اور فرض کے شدید احساس نے ان کے اندر بجلیاں سی دوڑا دی تھیں۔

جب وہ حرمِ کعبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ محبوبِ خدا کو خونخوار وحشیوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اور ان کی زندگی کو ہر آن خطرہ ہے ان ظالموں میں سے کچھ لوگ تلواریں لہرا رہے تھے، حالانکہ حرم کعبہ امن کی جگہ ہے لیکن اللہ کے ان باغیوں نے اس حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ اور ہر قیمت پر محبوبِ خدا کی زندگی سے کھیلنے پر تُل گئے تھے۔ تاکہ اللہ کے گھر میں اللہ کا نام لینے والا زندہ نہ رہے اور وہ لات و منات کی جے پکارتے رہیں۔

حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی بے قراری و بے تابی کے ساتھ ہجوم کو چیرتے ہوئے محبوبِ خدا کے قریب پہنچ گئے اور ابھی انھوں نے پکارا ہی تھا "ٹھہرو"

کہ مشتعل کفار و مشرکین کی تلواریں ان پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔

یہ پہلی جان تھی جو حمایت حق میں قربان ہوئی۔ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نصیب تھے جنھوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے محبوبِ خدا پر اُٹھنے والی تلواروں کو پھر سے نیام میں کر دیا۔

عشق و وفا کی راہ میں حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خون کی لکیریں دلآویز داستانوں کا پہلا باب رقم کر گئیں تاکہ آنے والے اس میں اضافہ کرتے رہیں اور یہ باب سدا بہار پھولوں کی مانند رنگین نظر آئے۔

Marfat.com

طائف کے بازاروں میں

محبوبِ خدا نے جب مکہ میں دعوتِ اسلام کی پذیرائی کو ناکام ہوتے دیکھا تو طائف کا ارادہ کیا تاکہ اہلِ طائف کو اللہ جل شانہٗ کا پیغام سنایا جائے۔ لیکن وہاں کے سرداروں نے آپؐ کا پیغام سن کر بڑی رعونت سے اس کا انکار کر دیا اور شہر کے اوباشوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا تاکہ آپ کو تنگ کر کے شہر سے نکال دیا جائے ان بدبخت سرداروں نے آپؐ سے سختی سے کہا

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ اور زمین میں تمہارے جو دوست بھی ہوں ان سے جا ملو۔"

اس طرح وہ انکار کی تمام حدیں عبور کر گئے تھے۔

آپؐ نے چند دن طائف میں گزارے مگر کسی نے آپؐ کی بات نہ سنی اور آخر ایک روز چشمِ فلک نے دیکھا کہ طائف کے صدر بازار میں ایک بھیڑ سی لگ رہی ہے بہت سے لوگ جمع ہو گئے ہیں شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی سیٹیاں اور تالیاں بجانے کی آوازیں البتہ دور تک سنائی دے رہی ہیں۔ گرمی کی شدت بڑھ رہی ہے سڑک کے دونوں طرف بہت

Marfat.com

سے لُچّے لفنگے کھڑے ہیں۔ جنھوں نے ہاتھوں میں سنگریزے پکڑ رکھے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں شرارت۔ چہروں پر حقارت اور دلوں میں شیطانی حرارت کے آثار نمایاں ہیں۔ ان ظالموں کے ہجوم کے درمیان محبوبِ خدا اپنے سفید لباس اور پُرنور روئے مُبارک کے ساتھ نظر آتے ہیں آپؐ کے ساتھ اُنؐ کے جانثار زیدؓ بن حارثہ ہیں جن کے چہرے پہ دُکھ اور غصّہ کی وجہ سے سلوٹیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ شیطانی ٹولہ ان پر سنگریزوں کی بارشوں برسا رہا ہے۔ ڈھول پیٹ رہا ہے۔ تالیاں پیٹ رہا ہے۔ سیٹیاں بجا رہا ہے اور اُودھم مچاتا ہُوا ان کے ساتھ ساتھ رواں دواں ہے۔ ان کے سرداروں کا ان کو یہی حکم ہے۔ کہ ان دونوں آدمیوں کو جس قدر بدنی۔ ذہنی اور روحانی اذیت دی جا سکے۔ دے کر شہر سے باہر نکال دیا جائے تاکہ ان کی باتیں سُن کر لوگوں کا "ایمان" خراب نہ ہونے پائے۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی جانثاری اور کوشش کے باوجود یہ اوباش محبوبِ خدا کے ٹخنوں پر پتھر مارتے ہیں اور جب آپؐ زخمی ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو یہ روسیاہ آپؐ کو بازو سے پکڑ کر پھر کھڑا کر دیتے ہیں۔ سنگریزوں کی بارش سے آپؐ کو بچانے کے لیے زیدؓ پروانہ وار آپؐ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں گردش کرتے ہیں اور اس کوشش میں وہ لہولہان بھی ہو گئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم سخت زخمی ہو چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُبارک خون آپؐ کے پاپوش مُبارک میں جم گیا ہے۔ لباس رنگین ہو گیا ہے اور کرب و اذیت نے آپؐ کو چُور کر دیا ہے۔

زیدؓ کو آج اپنی بے بسی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا" کاش اس کے پاس نادیدہ قوتیں ہوتیں اور وہ ان ظالموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا" ان کے دِل سے ایک ہُوک سی اُٹھی۔ اُنھیں اپنے آقا کی اس تکلیف کا بے حد صدمہ تھا وہ خود بھی زخمی تھے انھوں نے اپنی بساط کے مطابق پُوری پُوری کوشش کی تھی کہ محبوبِ خدا پر گرنے والے سنگریزے خود ان پر پڑیں اور وہ اپنے آقا کے قدموں میں جان دے کر سُرخ رُو ہو جائیں مگر ایسا نہ ہو سکا غصّہ

Marfat.com

کے مارے ان کا خون کھول رہا تھا۔ اس لیے جب وُہ ان ظالموں سے کافی دُور آگے نکل گئے اور طائف ایک فاصلے پر رہ گیا تو انھوں نے نہایت دُکھ بھرے لہجے میں عرض کیا۔

"یارسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان ظالموں کے لیے بَد دُعا کیجیے"

مگر رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نہایت صبر و سکون سے ارشاد فرمایا

"مَیں ان لوگوں کے لیے کیوں بَد دعا کروں اگر یہ لوگ خُدا پر ایمان نہیں لائے تو اُمّید ہے ان کی نسلیں ضرور خُدائے واحد کی پرستار ہوں گی۔"

Marfat.com

عدّاس کی بے قراریاں

طائف ـــــ رئیسانِ مکہ کی گرمائی قیام گاہ ـــــ گھنے باغوں اور لہلہاتی ہوئی کھیتیوں کا مرکز ہے۔ عتبہ اور شیبہ مکہ کے رئیس اور ربیعہ کے بیٹے ہیں اور یہاں کے ایک بہترین باغ کے مالک ہیں۔ جہاں وُہ ریگزارِ عرب کی تمازت سے بچنے کے لیے پناہ لیا کرتے تھے۔ وہ آج بھی حسبِ معمول اپنے باغ میں موجود تھے۔ دوپہر ہونے کو آئی تھی۔ عدّاس ان کا غلام اپنے کام میں مصروف تھا۔ اتنے میں عُتبہ کی نگاہ اتفاقاً باغ کے دروازے کی طرف اُٹھی تو تھوڑی دیر تک ٹھٹک کر رہ گیا۔ اور اس کی نگاہیں آنے والوں کا طواف کرنے لگیں۔

"اوہ ـــــ یہ تو سردار عبدالمطلب کے پوتے محمدؐ بن عبداللہ ہیں جن کے ہمراہ ان کا آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ ہے۔ مگر یہ تو لہولہان ہیں۔ ان کے کپڑے خون سے تر ہیں"

زیدؓ کے سر سے خون کا فوارہ اُبل رہا ہے۔ اور زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے خود محبوبِ خدا کے روئے انور پر بھی سفیدی چھا رہی ہے۔ ان کی چال میں لڑکھڑاہٹ ہے۔

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے دونوں کے ٹخنے سخت زخمی ہیں زیدؓ انھیں سہارا دیے ہوئے ہیں اپنے آقا کی اس حالت کو دیکھ کر زیدؓ کو اپنی تکلیف کا احساس تک نہ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے باغ کے اندر داخل ہوئے اور چند قدم چلنے کے بعد دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ چلنا ان کے لیے دوبھر ہو رہا تھا۔

ان دونوں کو یہاں بیٹھے ہوئے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ عُتبہ نے محبوبِ خدا کو دعا مانگتے دیکھا وہ سن تو نہیں سکتا تھا لیکن اُس نے محسوس کیا کہ حبیبِ کبریا کے روئے انور پر سکون کی لہریں پھیل گئی ہیں۔ اس نے اپنے بھائی کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں یہ دردناک نظارہ دیکھتے رہے پھر قرابت نے جوش مارا اور عُتبہ نے اپنے غلام عداس کو آواز دے کر کہا

"جاؤ۔ ہماری طرف سے ان دونوں کو چند خوشے انگوروں کے بطورِ تحفہ پیش کرو۔"

عداس نے سر جھکا لیا۔ انگوروں کی بیل تک پہنچا۔ ایک طباق میں انگوروں کے چند پکے ہوئے اور بڑے بڑے خوشے رکھے اور ان غریب الدیار مظلوموں کی طرف چل دیا۔ وہ بڑا زیرک انسان تھا۔ اس لیے ان کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ معصوم چہرے۔ زخموں سے چُور بدن۔ خون اور پسینہ سے تر لباس اور تھکن کوفت، کرب اور اذیت کے آثار دیکھ کر اس کے دل میں عجیب و غریب سا گداز پیدا ہوا اور اس نے ان نو واردوں کی طرف طباق بڑھاتے ہوئے کہا "لیجیے۔ یہ انگور میرے آقا نے آپ کو تحفۃً بھیجے ہیں۔ انھیں قبول فرمائیے"۔

محبوبِ خدا نے طباق لے لیا یہ غیر متوقع تحفہ قبول کر لیا اور بسم اللہ کہہ کر چند انگور اُٹھا کر زیدؓ کو دیے اور بسم اللہ کہہ کر خود بھی کھانے لگے۔ عداس یہ جملہ (بسم اللہ) سُن کر حیران رہ گیا۔ اس نے آج تک یہاں کسی سے یہ بات نہیں سُنی تھی۔ اس لیے بے اختیار بول اُٹھا۔

Marfat.com

"خدا کی قسم اس ملک میں تو کوئی یہ کلمہ کہنے والا نہیں ہے"۔

محبوبِ خدا نے اس کی طرف شفقت بھری نظروں سے دیکھا اور فرمایا

"تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے ؟"

عدّاس

"مَیں عیسائی ہُوں اور نینوا کا رہنے والا ہُوں"

محبوبِ خُدا

"مردِ صالح یُونس بن متی کی بستی کے رہنے والے ہو؟"

عدّاس (فرطِ حیرت سے) آپ ان کو کیسے جانتے ہیں ؟

(پھر تھوڑے سے توقف کے بعد) خُدا کی قسم مَیں نے جب نینوا کو چھوڑا تھا۔ تو اس وقت وہاں دس آدمی بھی یہ جاننے والے نہ تھے کہ متی کون ہے۔ پھر آپ ان کو کیسے جانتے ہیں حالانکہ آپ اُمّی ہیں اور اُمّی قوم میں پیدا ہُوئے ہیں"

محبوبِ خدا

"وہ میرے بھائی ہیں وُہ بھی نبی تھے اور مَیں بھی نبی ہُوں"

یہ سُن کر عدّاس بے اختیار محبوبِ خُدا پر جُھک گیا اور

اشهد انک عبدالله و رسولہٗ

(مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں) کہتے ہُوتے فرطِ محبّت۔ جوشِ عقیدت اور وفورِ مسرت سے آپؐ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے لگا۔

عدّاس نے نبی آخر الزماں کو پالیا تھا۔ سیدالمرسلین کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ رحمۃ للعالمین کو پہچان لیا تھا۔ اس لیے اب کائنات کی سعادتیں اس پر نثار ہو رہی تھیں وہ اَدب و احترام کی حدّیں پھلانگ کر عشق و محبّت اور جذبِ جنون کی منزل میں داخل ہو گیا تھا۔

"پالیا ___ میں نے اپنے محبوب کو پالیا ہے"

عداسؓ کے دل کی گہرائیوں سے ایک ہوک سی اُٹھی اور اُس نے بے اختیار محبوبِ خدا کے ہاتھ اور پاؤں پھر سے چومنے شروع کر دیے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ پکار کر کہہ رہا تھا۔

"مبارک ہو عداسؓ تمھیں مبارک ہو۔

طائف کی سرزمین میں تم ہی گلِ لالہ ہو۔ تم ہی گلِ سرسبد ہو۔ تم ہی دانا و بینا ہو۔
تم اور صرف تم طائف کے سردار ہو اور باقی سب جھوٹے اور مکار ہیں۔
ہم تمہارے قدم چومنے کے لیے بے قرار ہیں کیونکہ تم نے محمدؐ کے قدم چومے ہیں"

ربیعہ کے بیٹوں کے لیے یہ سب کچھ غیر متوقع تھا۔ اس لیے ان پر جیسے پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہو۔ چلا کر بولے "عداس اِدھر آؤ"

عداسؓ تو ان کا غلام تھا۔ اس لیے تعمیلِ ارشاد پر مجبور تھا۔ ورنہ اپنے محبوبؐ کائنات کے محبوبؐ اور خدا کے محبوبؐ ___ کو چھوڑ کر کون جاتا ہے۔ اس نے محبوبِ خدا کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور بھاری قدموں سے بادلِ نخواستہ واپس آگیا۔

عُتبہ نے فرطِ غیظ و غضب سے پوچھا

"پاگل ہو گئے تھے کیا؟ ___ جو اس شخص کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے تھے"

عداسؓ نے آہ بھری اور بڑے کربناک لہجے میں بولا

"میرے آقا آج زمین پر ان سے بہتر اور کوئی نہیں ہے۔ اُنھوں نے مجھے ایک ایسی چیز کی خبر دی جس کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا"

عداسؓ اپنے محبوبؐ کی چاہت کا لاوا اپنے سینے میں دبائے عُتبہ اور شیبہ کی خدمت کرتا رہا۔ کیونکہ وہ غلام تھا۔ اور غلاموں کی آزادی کا سورج ابھی نصف النہار پر نہیں آیا تھا۔ ہجر و فراق کی بھٹی میں سُلگتے ہوئے چھ سال گزر گئے اور ایک دن اس نے سُنا کر اس کے آقا عُتبہ اور شیبہ قریشِ مکہ کی تحریک پر اس کے محبوبؐ ___ کائنات کے محبوبؐ ___ خدا کے محبوبؐ کے خلاف

۵۹۵۵ ے

Marfat.com

جنگ کرنے کے لیے لشکر قریش کے ساتھ مدینہ کی طرف جانے والے ہیں۔ یہ سُن کر اس کا صبر و سکون جاتا رہا۔ اسے اُمید تھی کہ ایک نہ ایک دِن وُہ اپنے محبُوبؐ کے قدموں پر اپنا سر رکھ کر دربانِ دِل حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا مگر جنگ کی وحشت ناک خبر سُن کر اس پر شدید اضطراب طاری ہو گیا۔

"اَب کیا ہوگا" وہ دیر تک گم سم سوچوں کی دُنیا میں کھویا رہا اس کے دِل کی گہرائیوں سے اُرزؤں اور حسرتوں کے مہیب طوفان اُٹھتے اور اس کے اضطراب میں بے پناہ اضافہ کر کے خاموش ہو جاتے۔

آخر کار وہ ان سوچوں پر غالب آگیا۔ اور تیزی سے چلتا ہُوا اس جگہ پہنچا۔ جہاں عُتبہ اور شیبہ جنگ کی تیاریوں میں منہمک تھے۔ اس نے بے اختیار ان کے پاؤں پکڑ لیے۔ اور رُندھی ہُوئی آواز میں کہا "آپ جنگ پر نہ جائیں۔ خدا کی قسم وُہ اَللہ کے رسول ہیں اور یہ لوگ اپنے مقتل کی طرف جا رہے ہیں آپ ان میں شامل نہ ہوں"

مگر انھوں نے حقارت سے اُسے ٹھوکر لگائی اور غضب آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "تم کون ہو ہمیں یہ مشورہ دینے والے؟"

عدّاسؓ وہاں سے ہٹ گیا اور ایک جگہ بیٹھ کر دیر تک روتا رہا۔ اتنے میں شیبہ کے بیٹے عاص کا وہاں سے گزر ہُوا تو اس نے حیران ہو کر پُوچھا۔

"عدّاسؓ تم کیوں رو رہے ہو؟"

عدّاس نے اس کی طرف حسرت سے دیکھا اور کہا

"اپنے سرداروں کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ یہ لوگ اَللہ کے آخری نبیؐ سے لڑنے جا رہے ہیں۔ یقیناً یہ خُدائی غضب میں گرفتار ہوں گے۔"

عاص نے پُوچھا

"عدّاس کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) واقعی اَللہ کے رسول ہیں"

Marfat.com

ہاں میرے آقا" عداس رضؓ نے کہا" وہ اللہ کے رسول ہیں اور آج دنیا میں ان سے بڑھ کر کوئی اور نہیں۔ خدا کی قسم بلاشبہ وہ تمام دنیا کی طرف اللہ کے رسول بن کر آئے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔"

Marfat.com

خوشی کے آنسو

ظہر کے وقت کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کو تشویش سی ہوئی اس لیے کہ عام طور پر اس وقت کسی کے آنے کا امکان نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے آگے بڑھ کر جب دروازہ کھولا تو محبوبِ خدا کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئے ـــــ کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً صبح یا شام کو آپ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن آج خلافِ معمول ان کی تشریف آوری ظہر کے وقت ہوئی تھی اس لیے آپ کو فکر سی لاحق ہوگئی۔

"یا الٰہی خیر ـــ" آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

محبوبِ خدا نے آپ سے مکان کے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ نے عرض کیا

"تشریف لائیے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

محبوبِ خدا نے مکان کے اندر داخل ہونے کے بعد فرمایا

"اپنے پاس سے سب کو ہٹا دو"

حسنِ اتفاق سے اس وقت وہاں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیٹیاں حضرت اسماءؓ

Marfat.com

اور حضرت عائشہ رضؓ کے سوا کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ اس لیے آپ نے عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بے فکر رہیں۔ یہ تو آپؐ کے گھر کے لوگ ہیں۔ کوئی دوسرا موجود نہیں ہے"

محبوبِ خدا نے اطمینان سے تشریف رکھتے ہوئے فرمایا

"مجھے ہجرت کی اجازت مِل گئی ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانے کے متعلق صدیق اکبر رضؓ کو پہلے سے عِلم تھا اور آپ نے اس کے لیے ضروری تیاری بھی کر رکھی تھی۔ یعنی دو اونٹنیوں کو چارہ کھِلا کھِلا کر فربہ کر لیا گیا تھا تاکہ دوران سفر سواری کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ راستہ بتلانے والے کا بندوبست بھی کر لیا تھا۔ اور اسی سلسلہ میں عبداللہ بن اریقط سے معاملہ طے ہو چکا تھا۔ یہ سب کچھ تھا۔ لیکن اپنے متعلق آپ کو کچھ معلوم نہ تھا کہ ہجرت میں آپ کو کونسا کردار ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس لیے آج محبوبِ خدا کی زبان مبارک سے نکلا ہوا یہ چھوٹا سا جملہ آپ کے دِل و دماغ میں بجلی کی طرح کوند گیا اور اس ہجرت کا ایک دھندلا سا عکس آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ صدیق اکبر رضؓ کے رگ و پے میں محبوبِ خدا کی محبت اس طرح سرایت کر چکی تھی جس طرح انسانی بدن میں رُوح پنہاں ہے۔ اپنے محبوبؐ کی جُدائی کا تصور انھیں اس طرح بے چین کر گیا۔ کہ وہ تھوڑی دیر تک مجذوبانہ انداز میں محبوبِ خدا کی طرف دیکھتے رہے۔ ان کے دِل کی گہرائیوں سے بے اختیار ایک بگولہ سا اُٹھا اور ہجر و فراق کی کسک لیے ان کی زبان سے نکلا۔

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان
کیا مجھے بھی رفاقت کا شرف نصیب ہو گا؟"

ادھر آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ادھر امید و بیم نے انتظار کی گھڑیوں کو کربناک بنا دیا اور آپ نے انتہائی بے چینی سے محبوبِ خدا کی طرف ملتجیانہ انداز میں دیکھا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے رفیق کی بے چینی کو دور کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہاں"

اور اس کے ساتھ ہی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو یوں محسوس ہوا گویا کائنات میں پھلجھڑیاں سی روشن ہو گئی ہیں۔

محبوبِ خدا کی اس میٹھی اور پیاری آواز نے آپ کا سارا غم غلط کر دیا۔ اور فرطِ مسرت سے آپ کے آنسو بہہ نکلے۔

یہ بے پایاں خوشی کے آنسو تھے۔ اور دنیا میں اس سے بڑھ کر خوشی کا اور کون سا مقام ہو سکتا تھا کہ ایسے اہم سفر پر رہبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی نصیب ہو۔ اپنے محبوب کی رفاقت میں دور دراز کا یہ انتہائی خطرناک اور کٹھن سفر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسے جانثار کے لیے انتہائی مسرت و شادمانی کا سفر تھا کیونکہ انھیں اپنے محبوب کی رفاقت کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نورِ نظر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

> "میں نے خوشی میں کبھی کو روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن اپنے والد محترم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے "ہاں" نکلا اور ان کی آنکھوں سے خوشی کے مارے آنسو جاری ہو گئے"

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

۲۷ صفر (۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) جمعرات کی شب تھی۔ رات کا کافی حصّہ گزر چکا تھا کہ مکّہ معظمہ کے جنوب کی سمت اس قدر اندھیرے میں دو مسافر نہایت احتیاط سے قدم رکھتے ہوئے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی چال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سخت بے چین ہے اور دوسرے مسافر کی حفاظت اس کا مقصود و منتہا ہے اس لیے وہ کبھی اس کے آگے آگے چلنا شروع کر دیتا تھا اور کبھی پیچھے پیچھے۔ کچھ دُور جانے کے بعد دوسرے مسافر نے جو بڑے پُر وقار انداز میں نپے تُلے قدم رکھتے ہوئے اپنی راہ پر چل رہا تھا اس سے پُوچھا۔

"ابوبکرؓ۔۔۔ تم کبھی تو میرے آگے آگے چلتے ہو۔ اور کبھی پیچھے پیچھے۔۔۔ آخر کیوں؟"

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے تعاقب کرنے والوں کا خیال آتا ہے تو میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہوں تاکہ کوئی پُشت سے وار نہ

Marfat.com

کر دے اور جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں آگے کوئی خطرہ درپیش نہ ہو تو
آگے آگے چلنا شروع کر دیتا ہوں"

اپنے پیارے اور جاں نثار رفیقِ سفر کی زبان سے یہ سُن کر محبوبِ خُدا کے مُبارک لبوں پر ایک دلفریب مُسکراہٹ پھیل گئی اور آپؐ نے فرمایا

"تمھارا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آفت آئے تو میری بجائے تم پر آئے"

جاں نثار رفیق اپنی خاموش محبت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور نہ جاں نثاری کی داستان بیان کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر آقاؐ کے دریافت کرنے پر اُنھیں اپنی اس تشویش کا اقرار کرنا پڑا۔ جو ایسے موقع پر فرمانبردار غلام کو اپنے پیارے آقاؐ کی حفاظت کے لیے بے چین کر دیتی ہے انھوں نے لجاتے ہوئے عرض کیا

"جی ہاں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

محبوبِ خُدا کی منزل غارِ ثور تھی۔ جس تک رسائی انتہائی مُشکل تھی کیونکہ راستہ سخت دشوار گزار تھا۔ پہاڑ کی بلندی بہت تھی۔ رات اندھیری تھی۔ دشمن کا خطرہ ہر لحظہ بڑھ رہا تھا لیکن ان تمام دشواریوں کے باوجود آپؐ پو پھٹنے سے پہلے ہی غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئے۔ جو اندھیری رات میں سخت بھیانک نظر آتا تھا۔ اور اس میں جنگلی جانوروں کے موجود ہونے کا بھی خدشہ تھا۔ لیکن جب آپؐ نے اس کے اندر داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تھوڑی دیر تک یہاں توقف فرمائیں تاکہ
میں اندر جا کر اس غار کو آپؐ کے لیے صاف اور محفوظ کر دوں"

محبوبِ خُدا وہاں رُک گئے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ عشقِ نبیؐ کی جوت جگائے غار کے اندر داخل ہو گئے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت کا فیضان تھا کہ آپ اس قدر بھیانک غار میں بے خوف و خطر اُتر گئے اور اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر آپ نے سارے غار کا جائزہ لینے

Marfat.com

کے بعد اس کے ایک ایک سوراخ کو اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر بند کر دیا۔ اور جب اطمینان ہو گیا تو باہر آ کر عرض کیا۔

"اب اندر تشریف لائیے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

اس کے بعد دونوں اس میں داخل ہو گئے۔ یوں اس گمنام اور بھیانک غار کی قسمت جاگ اٹھی۔ اور یہ عشقِ نبیؐ کی دلآویز داستان کے ایک انتہائی اہم باب کا امین بن گیا۔

محبوبِ خدا کو آرام کی ضرورت تھی۔ اس لیے آپؐ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ٹیک لگا کر لیٹ گئے اور تھوڑی دیر میں آپؐ پر نیند طاری ہو گئی اس اثنا میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ سامنے ایک سوراخ پر جا پڑی۔ جو ابھی تک کھلا رہ گیا تھا۔ آپ نے اس میں اپنے پاؤں کا انگوٹھا جما دیا تاکہ کوئی موذی جانور اللہ کے محبوبؐ کو ایذا نہ پہنچا سکے۔ لیکن وہاں رہنے والے ایک سانپ نے آپ کے انگوٹھے کو ڈس لیا جس سے آپ کو سخت اذیت ہوئی معلوم ہوتا تھا ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں لیکن آپ نے اپنے محبوبؐ کی خاطر بے حد ضبط سے کام لیا اور ذرہ بھر جنبش نہ کی تاکہ انؐ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ حتیٰ کہ اسی کرب واذیت میں دن کا اجالا نمایاں ہو گیا، اتنے میں محبوبِ خدا بیدار ہو گئے اور اپنے رفیق کا متغیر چہرہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا

"ابوبکرؓ۔ کیا ہوا؟"

عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سانپ نے انگوٹھے کو ڈس لیا ہے"

محبوبِ خدا نے اپنا لعابِ دہن — جس سے بڑھ کر کوئی مرہم نہ ہو سکتا تھا — اس جگہ لگا دیا اور چشم زدن میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درد کافور ہو گیا۔

Marfat.com

یثرب سے مدینہ تک

۱۲ ربیع الاوّل ۱ھ (۲۷ ستمبر ۶۲۲ء) بعد نمازِ جمعہ محبوبِ خدا جب قبا سے یثرب کی جانب روانہ ہوئے تو بنو سالم کی بستی کے جانثاروں کا ایک گروہ عتبانؓ بن مالک اور عباسؓ بن عبادہ کی سربراہی میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور آپؐ کی ناقہ کی نکیل تھام کر بڑے عجز و انکسار سے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہمارے ہاں قیام فرمائیں ہم تعداد میں بھی کافی ہیں جنگی سر و سامان بھی رکھتے ہیں اور ہم میں دفاع کی بھرپور طاقت بھی موجود ہے۔"

وہ دل سے چاہتے تھے کہ محبوبِ خدا ان کے ہاں ٹھہر جائیں تاکہ ساری کائنات کی سعادتیں ان کے حصے میں آجائیں لیکن آپؐ نے بڑی شفقت سے فرمایا

"میری ناقہ کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔"

اپنے پیارے صحابہؓ کے جلو میں محبوبِ خدا کا یہ مختصر سا قافلہ تھوڑی سی دیر میں یثرب کے

Marfat.com

نواح میں پہنچ گیا جہاں آپؐ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر غیر معمولی چہل پہل تھی۔ آج یثرب کے در و دیوار سے مسرت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ لوگوں کے شادماں چہرے۔ ان کے دلی جذبات کے آئینہ دار تھے۔ سارے شہر میں دھوم سی مچ رہی تھی۔

اَللہ اکبر ۔ اللہ اکبر

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لے آئے

محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم آپہنچے

نبیؐ اللہ آ گئے ۔

اسی اثنا میں یہ قافلہ شہر میں داخل ہو گیا۔ آفتابِ نبوت کے اِردگرد پروانوں کا ہجوم دُور دُور تک دکھائی دیتا تھا۔

یثرب میں آج مسرت و شادمانی اور انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی اور عورتیں فرطِ شوق سے اپنے مکانوں کی چھتوں پر کھڑی گا رہی تھیں۔

"ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا وِداع کی پہاڑیوں سے۔

ہم پر شکر واجب ہے جب تک کوئی اللہ کو پکارنے والا باقی ہے۔

اے ہمارے ہاں مبعوث ہونے والے

تُو وُہ منصب لے کر آیا ہے جو واجب الاطاعت ہے"

محبوبِ خدا کی ناقہ انصار کے جس محلے سے گزرتی تھی اس کے رؤسا صد عجز و نیاز اور جذب و خلوص سے عرض کرتے

"اے اَللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ قوت اور حفاظت کی طرف آئیے"

یعنی ہماری جانثاری کو آزمایئے۔ آپؐ کے یہ غلام حاضر ہیں۔ ہم سب دھن دولت۔ ہمت و جرأت اور جان و مال آپؐ پر نچھاور کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔

آپؐ کا روئے انور جوشِ مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ آپؐ نے بڑی شفقت سے انصار کی

Marfat.com

دف دیکھتے ہوئے فرمایا

میری ناقہ کا راستہ چھوڑ دو

یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے ؛"

انصار اگرچہ بادلِ نخواستہ راستے سے ہٹ جاتے اور ناقہ آگے بڑھ جاتی تھی۔ لیکن ان کی رفاقت کا سلسلہ بدستور جاری رہتا۔ اور جلو میں چلنے والوں کا ہجوم بڑھتا ہی جاتا تھا۔

اب ناقہ آپ کے ننھیالی قبیلہ بنو نجّار۔ کے محلے سے گزر رہی تھی۔ اور یہ لوگ زیادہ سج دھج سے راستہ کی دونوں جانب صاف ستھرے لباس پہنے۔ ہتھیار سجائے مجسّم شوق اور مجسّم انتظار کھڑے تھے ان کی لڑکیاں خوشی کے عالم میں دف بجا کر گا رہی تھیں۔

"ہم بنی نجّار کی لڑکیاں ہیں

کیا اچھے ہمسائے ہیں محمدؐ"

محبوبِ خدا وہاں رُک گئے اور آپؐ نے بڑی شفقت سے پُوچھا

"کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو ؟"

معصوم لڑکیاں بیک زبان بول اُٹھیں

"ہاں ۔ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم"

ان کی یہ بات سُن کر محبوبِ خدا نے فرمایا

"خدا کی قسم تم لوگ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہو"

پھر تین بار فرمایا

"خدا کی قسم مَیں تم لوگوں (انصار) سے محبت رکھتا ہُوں اللہ جانتا ہے کہ میرا دِل تم لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ بخدا تم لوگ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہو"

یثرب کا ذرّہ ذرّہ محبوبِ خدا کے استقبال میں بے خود تھا۔ لیکن آپؐ اللہ جل شانہٗ کے حکم کے

Marfat.com

منتظر تھے اس لیے آپؐ نے ناقہ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ جو چلتے چلتے اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبویؐ ہے۔ اور یہی جگہ آپؐ کی جائے قیام بنی۔

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان

یثرب کے محلے بنی نجار میں ایک سادہ دومنزلہ مکان اس جگہ موجود ہے جس کے سامنے محبوبِ خدا کی ناقہ اس وقت بیٹھی تھی۔ جب آپؐ قبا کی بستی سے رخصت ہوکر یثرب میں مستقل قیام کے لیے تشریف لائے تھے۔ اور یثرب کی ہر گلی محلے کے لوگ آپؐ سے التجا کرتے تھے کہ آپؐ ہمارے ہاں قیام فرمائیں مگر آپؐ سب سے ارشاد فرماتے تھے۔ کہ میری ناقہ اللہ کی طرف سے مامور ہے یہ جہاں خود بیٹھے گی وہی جگہ میرے مستقل قیام کی ہوگی۔

اس مکان کے مالک حضرت خالدؓ بن زید ہیں جو اپنی کنیت ابوایوب کے نام سے مشہور ہیں۔

جب یثرب کے ہر گلی کوچے میں محبوبِ خدا کی آمد آمد کا آوازہ بلند ہوا تو جناب ابوایوبؓ بھی اپنے مکان سے باہر نکل کر استقبال کرنے والوں میں شامل ہو گئے اور ہر جانثار کی طرح ان کے دل میں بھی یہ آرزو چٹکیاں لینے لگی کہ محبوبِ خدا ان کے غریب خانہ میں قیام فرمائیں۔ تو نہے نصیب ۔۔۔ لیکن یہ سوچ کر ٹھنڈی آہ بھرتے کہ محبوبِ خدا نے بڑے بڑے رؤسا کی التجاؤں

کے جواب میں بھی ہر بار فرمایا ہے کہ میرا راستہ چھوڑ دو کیونکہ میری ناقہ مامور من اللہ ہے۔ یہ جہاں بیٹھے گی وہی میرے مستقل قیام کی جگہ ہوگی:

لیکن جس طرح شمع کو جلوہ فروز دیکھ کر پروانہ اپنے سوز وگداز پر قابو نہیں پا سکتا۔ اسی طرح جناب ابوایوبؓ بھی محبوبِ خدا کے میزبان بن جانے کی معصوم سی آرزو کو اپنے دل کی گہرائیوں سے کھرچ ڈالنے میں ناکام رہے۔ دراصل اُنھیں خود بھی اس کو کھرچ ڈالنا گوارا نہ تھا۔ کیونکہ عشقِ حبیبؐ کی راہ میں اس قسم کی خواہشوں کا گلا گھونٹ دینا کسی بھی جانثار کے بس کی بات نہ تھی۔ اور نہ کسی کو یہ گوارا ہی تھا کہ وہ اس سے تغافل برتنے لگے۔

محبوبِ خدا کی جھلک دیکھتے ہی ایمان والوں کے دلوں میں سوزِ محبت کا لاوا مچلنے لگتا تھا۔ اور اپنے محبوبؐ۔ اللہ کے محبوبؐ اور کل کائنات کے محبوبؐ کو ہر لحظہ۔ ہر آن دیکھتے رہنے کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ اور آپؐ کے ارشادات کی تعمیل میں ان پر اس قدر جوش وجذبہ اور انبساط و مسرت کا غلبہ ہو جاتا تھا کہ ان پر مافوق البشر ہونے کا گمان گزرنے لگتا تھا۔

محبوبِ خدا کو اپنی ناقہ سے اترتے ہوتے دیکھ کر ان کے دل سے بے اختیار ایک ہوک سی اُٹھی اور لبوں پر یہ الفاظ آ گئے۔

"کاش محبوبِ خدا میرے ہاں قیام فرمائیں"

مگر یہ سوچ کر ان پر پھر اُداسی طاری ہو گئی کہ اب تک ہر بڑے سے بڑا رئیس بھی یہ شرف حاصل کرنے سے محروم رہا ہے تاہم اُنھوں نے حسرت بھری نگاہوں سے محبوبِ خدا کے رُوئے انور کی طرف ایک بار بغور دیکھا آپؐ فرما رہے تھے۔

"یہی جائے قیام ہے اگر اللہ نے چاہا"

محبوبِ خدا کا یہ مبارک ارشاد جناب ابوایوبؓ کے دل کی گہرائیوں میں اتر گیا۔ اور یکایک اُمید کی کلیاں کھِل اُٹھیں۔

"اوہ — میرا نصیب" بے اختیار ان کی زبان پر آ گیا اُنھوں نے دیکھا کہ ناظرین

Marfat.com

کی خاموش نگاہیں محبوبِ خدا کے روئے انور کا طواف کر رہی ہیں اور وہ دم سادھے محبوبِ خدا کے فرمان کے منتظر ہیں۔

ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ آگے بڑھے اور بڑی لجاجت سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے میرا ہی غریب خانہ ہے۔ ارشاد فرمایئے تو سامان وہاں لے چلوں"

محبوبِ خدا نے مسکرا کر ان کی طرف شفقت سے دیکھا اور فرمایا

"ہاں"

جناب ابوایوبؓ کے قلب و جگر میں خوشیوں کے چراغ جل اٹھے بدن کا رواں رواں فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا اور انھیں اپنے چاروں طرف قوسِ قزح کے دلفریب رنگ پھیلتے ہوئے محسوس ہوتے ان کے رگ و پے میں بجلیاں سی کوندنے لگیں اور انھوں نے چشم زدن میں محبوبِ خدا کا سامان اپنے گھر میں پہنچا دیا

محبوبِ خدا نے جناب ابوایوبؓ کے مکان کی نیچے والی منزل کو اپنے قیام کے لیے پسند فرمایا تاکہ آپؐ کی خدمت میں لوگ آسانی سے آجا سکیں اور انھیں اوپر جانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ لیکن جب حضرت ابوایوبؓ نے بصد ادب عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ بالائی منزل میں قیام فرمائیں کیونکہ ہمارا وہاں رہنا سخت بے ادبی ہے"

تو آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا

"تم بالائی منزل میں رہو۔ کیونکہ نیچے والا مکان میرے لیے آرام دہ ہے اور ملاقاتیوں کو یہاں آنے جانے میں آسانی ہو گی"

میزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوبؓ نے محبوبِ خدا کے فرمان کی تعمیل تو کی لیکن رات بھر بے چین رہے اور جب ان کی اہلیہ محترمہ نے اس بے چینی کی وجہ پوچھی تو کہا

Marfat.com

"بالائی منزل میں قیام فرمانے کے ہم سے زیادہ حقدار تو محبوبِ خدا ہیں کیونکہ آپ کے پاس ملائکہ آتے ہیں اور آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارا بالائی منزل میں رہنا سخت بے ادبی ہے۔"

"لیکن ہمیں یہاں رہنے کے لیے خود محبوبِ خدا نے حکم دیا ہے۔ اور "الامر فوق الادب" (حکم ماننا ادب سے بالا ہے)

رفیقۂ حیات کی یہ بات سن کر حضرت ابوایوبؓ اس وقت تو خاموش رہے لیکن دل کو تسکین نہ ہوئی۔ اور آخر کار ان کی التجائیں مقبول ہوئیں اور ایک روز محبوبِ خدا اس مکان کی بالائی منزل میں منتقل ہو گئے۔

Marfat.com

میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہے

مکہ مکرمہ میں ابھی مسلمانوں کی تعداد بہت ہی مختصر تھی۔ اور انھیں باجماعت نماز پڑھنے کے لیے کسی مرکز کی ضرورت کا شدت سے احساس تھا تاکہ نماز محفوظ جگہ میں پڑھی جا سکے اور تبلیغ کا کام بھی جاری رہے۔ کیونکہ اب بدمعاشوں کی ٹولیاں مسلمانوں کی ٹوہ میں تھیں تاکہ جہاں بھی انھیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیں ان پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ اس ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا گھر پیش کر دیا۔ جو کوہ صفا پر واقع تھا اس جگہ سے بیت اللہ بھی صاف دکھائی دیتا تھا۔ یہ جگہ بہت محفوظ تھی کیونکہ اس طرف لوگوں کی زیادہ آمد و رفت نہ تھی۔ اس طرح دارِ ارقم میں آنے جانے والوں کی نقل و حرکت کا چرچا ہونے کا امکان بہت کم تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ اور یہیں مسلمان چھپ چھپا کر جمع ہو جاتے تھے۔ یہیں سے ایک روز آپ کے جانثار رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقا محبوبِ خدا کے ساتھ مسجدِ حرام میں پہنچے جہاں بہت سے لوگ موجود تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقع مناسب سمجھ کر ایک تقریر شروع کر دی اور لوگوں کو اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی طرف آنے کی دعوت دی۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ کسی نے اس طرح علی الاعلان حرم میں اسلام کی دعوت دی ہو اس لیے کفار و مشرکین تھوڑی دیر تک تو ان کی طرف حیرت سے دیکھتے رہے۔ اور پھر اچانک آپ پر حملہ کر دیا وہ غُصّے کے مارے آگ بگولا ہو رہے تھے۔ انھوں نے دھکا دے کر آپ کو زمین پر گرا دیا اور پھر لاتوں اور گھونسوں سے مارنا شروع کر دیا۔ ان ظالموں نے آپ کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ اور عُتبہ بن ربیعہ نے آپ کے معصوم اور روشن چہرے پر اس قدر جوتے مارے کہ آپ کا مُنہ سُوج گیا اور یہ سوجن اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کی ناک بھی اس میں چھپ گئی۔ تھوڑی دیر میں آپ تقریباً آدھ موا سا ہو کر رہ گئے۔

آپ کے قبیلہ کے لوگ جو وہاں موجود تھے۔ پہلے تو اس خیال سے خاموش رہے کہ یہ "بے دین" ہو گئے ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا لیکن جب آپ کی حالت غیر ہونے لگی تو ان کی عصبیت جاگ اٹھی اور اُنھوں نے آگے بڑھ کر آپ کو ظالموں سے چھڑا لیا اور جُوں تُوں کر کے آپ کے گھر پہنچا دیا لیکن جب انھیں آپ کی جان جانے کا خدشہ پیدا ہُوا تو انھیں گھر میں ہی چھوڑ کر حرم میں پہنچے اور وہاں موجود لوگوں سے کہا

"خُدا کی قسم۔ اگر ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مر گئے تو ہم عُتبہ کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تک اپنے گھر میں بے سُدھ پڑے رہے اور جب انھیں ذرا ہوش آیا تو سب سے پہلے گھر والوں سے پوچھا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کیا حال ہے۔ اور آپ اس وقت کہاں موجود ہیں آپ کے اہلِ خاندان اور دیگر قرابت دار جو اس وقت وہاں موجود تھے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسم گرامی سُن کر مارے غُصّے کے بھڑک اُٹھے۔ اور آپ کو سخت سُست کہتے ہُوئے تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے نزدیک

Marfat.com

یہ عجیب بات تھی کہ ایک آدمی خود تو مر رہا ہو لیکن اسے اپنی فکر نہ ہو بلکہ دوسرے کا حال پوچھ رہا ہو جس کی وجہ سے خود اسے اتنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ وہ چونکہ اسلام کی دولت سے محروم اور عشقِ رسولؐ سے بے بہرہ تھے۔ اس لیے یہ بات ان کی سمجھ میں آنے والی نہ تھی۔

جب سب لوگ وہاں سے ہٹ گئے اور جاتے ہوئے آپ کی والدہ ام الخیر سے کہہ گئے کہ ان کو کچھ کھلاؤ پلاؤ تاکہ ان کی طبیعت بحال ہو۔ تو آپ نے اپنی والدہ سے کہا۔

"اماں جان مجھے میرے آقا کا حال بتاؤ"

آپ کی والدہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں لیکن بیٹے کی تکلیف دہ حالت دیکھ کر ان کا دل دکھتا تھا۔ اور وہ اپنے بیٹے کی صحت و تندرستی کے لیے بے چین تھیں انھوں نے کہا

"بیٹا۔ خدا کی قسم مجھے تمھارے دوست کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشویش لاحق ہوگئی مبادا میری غیر حاضری میں ظالموں نے محبوبِ خدا پر بھی ہاتھ اٹھایا ہو۔ اور انھیں گزند پہنچائی ہو۔۔۔ اس خیال کے آتے ہی انھیں اپنی تکلیف کا احساس جاتا رہا اور محبوبِ خدا کی فکر دامن گیر ہوگئی۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ یہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل تھا۔ جو اپنے محبوبؐ کی یاد میں دھڑکتا تھا۔ اور جن کی خاطر خود تو ہر تکلیف برداشت کی جاسکتی تھی لیکن انھیں تکلیف میں دیکھنا کسی قیمت پر برداشت نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ نے اپنی والدہ سے کہا

"اماں جان آپ ام جمیل کے پاس جائیں اور ان سے میرے آقا کا حال دریافت کریں"

ام جمیل کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا تھا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں لیکن اپنے اسلام کو چھپا رکھا تھا۔ بیٹے کی خاطر ماں کو ام جمیل کے در پر

Marfat.com

جانا پڑا۔ اور جب ان سے محبوبِ خدا کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے راز فاش ہونے کے خوف سے کہا

"اماں جان۔ نہ میں محمد بن عبداللہ کو جانتی ہوں اور نہ ہی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ـــ البتہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس چلتی ہوں۔"

اُم الخیر اس بات پر راضی ہوگئیں اور ام جمیل ان کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس پہنچ گئیں۔ اور جب آپ کو اس قدر کربناک حالت میں دیکھا تو بے اختیار چلا اُٹھیں۔

"خدا کی قسم جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ کافر اور فاسق ہیں۔ اور میں اُمید رکھتی ہوں کہ اللہ اُن سے آپ کا انتقام لے گا۔"

ام الخیر بیٹے کی حالت دیکھ کر سخت کرب کے عالم میں تھیں جن کا چہرہ بے تحاشا زدوکوب کی وجہ سے سوج گیا تھا۔ بدن جگہ جگہ سے درد کر رہا تھا۔ کئی جگہ سے خون رس رہا تھا۔ چلنے پھرنے کی سکت باقی نہ رہی تھی۔ لیکن اس قدر کرب و اذیت کے عالم میں بھی آپ کو اپنے محبوبؐ کی فکر تھی۔ آپ نے اُم جمیل سے پوچھا۔

"مجھے بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔"

انھوں نے جواباً کہا کہ آپ کی والدہ کھڑی سُن رہی ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا

"ان کی فکر نہ کرو۔ تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سُناؤ۔"

اُم جمیل کو جب تسلی ہوگئی کہ راز افشا ہوجانے کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو بولیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خیریت سے ہیں۔"

آپ نے پھر پوچھا۔

"وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

اُم جمیل نے بتایا کہ وہ اس وقت دار ارقم میں تشریف فرما ہیں آپ نے اپنی والدہ سے مخاطب

Marfat.com

ہو کر کہا۔

"اماں جان میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ مجھے جلد از جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو"

اس پر اُم جمیل بولیں

"آپ تھوڑی دیرا ور رُک جائیں تاکہ شہر میں سکون ہو جائے۔"

پھر جب انھیں تسلی ہو گئی کہ اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں ۔۔۔ تو انھوں نے اُم الخیر کے ساتھ مل کر آپ کو سہارا دیا اور آہستہ آہستہ دارارقم تک لے آئیں۔

آپ کراہتے اور لنگڑاتے ہوئے دارارقم میں داخل ہوئے اُم الخیر اور اُم جمیل نے آپ کو سہارا دے رکھا تھا۔ اور آپ بمشکل تمام قدم اُٹھا رہے تھے۔ جونہی آپ نے دار ارقم میں قدم رکھا اور محبوبِ خدا کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ کو دیکھتے ہی رہ گئے ان پر رقت طاری ہو گئی اور انھوں نے جھک کر بے اختیار آپ کو چوم لیا۔ جو صحابہ کرامؓ وہاں موجود تھے وہ فوراً آپ کے آس پاس جمع ہو گئے اور محبوبِ خدا کو رقت کی حالت میں دیکھ کر ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔ فضا انتہائی بوجھل سی ہو گئی اور تھوڑی دیر تک سرد آہیں خاموشی میں پھیلتی رہیں۔

محبوبِ خدا کے روئے انور کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری کلفت دُور ہو گئی اور آپ نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں ہے سوائے اس تکلیف کے جو اُس فاسق نے میرے چہرے پر جوتے مار مار کر پہنچائی۔"

پھر آپ نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہے آپ بابرکت ہیں ان کو اللہ کی طرف دعوت دیجیے۔ اور دعا فرمائیے اللہ ان کو آگ سے بچائے۔"

محبوبِ خدا نے امّ الخیر کے لیے دعا کی اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دی اللہ پاک نے رحمۃ اللعالمین ؐ کے صدقے میں امّ الخیر پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیے اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو محبوبِ خدا کی زیارت اور سلامتی کے ساتھ ساتھ ماں کے ایمان لانے کی بے حد خوشی ہوئی اور سچے عاشق کی طرح انھیں اپنی تکلیف کا احساس تک نہ رہا۔

Marfat.com

بے زبان کی محبّت

مسجدِ نبویؐ میں کوئی منبر موجود نہ تھا۔ اور محبوبِ خُدا خطبہ دیتے وقت اکثر اوقات کھجور کے ایک تنے سے سہارا لیا کرتے تھے جو وہاں موجود تھا۔ ایک دفعہ ایک صحابی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکڑی کا ایک منبر بنوایا اور مسجدِ نبویؐ میں لے کر اس وقت حاضر ہوئے جب کہ محبوبِ خُدا بہت سے صحابہ کرامؓ کے ساتھ وہاں جلوہ فروز تھے۔ انھوں نے یہ منبر ایک جگہ رکھا اور آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ آپؐ کی رضامندی سے میں نے یہ منبر باقوم نجّار سے ––– جو ایک انصاریہ کا غلام ہے ––– بنوالیا ہے اس کے دو زینے اور ایک نشست گاہ ہے۔ آپؐ اسے نصب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔"

محبُوبِ خدا نے اس منبر کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہُوئے نصب کرنے کی اجازت دے دی۔

صحابہؓ آپؐ کے خُطبہ کے منتظر تھے۔ اس لیے منبر نصب ہو جانے کے بعد آپؐ

اس پر جلوہ آرا ہوئے اور ابھی کچھ ارشاد فرمانے کا ارادہ ہی کر رہے تھے۔ کہ مسجد میں کسی کے رونے کی آواز بلند ہوئی یہ رونے کا کوئی موقع نہ تھا۔ اس لیے سب کو تعجب ہوا۔ لیکن سب حاضرین کے تعجب میں زبردست اضافہ اس وقت ہوا جب رونے والے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد فرطِ حیرت سے صحابہ کرامؓ سُن ہو کر رہ گئے کیونکہ رونے کی یہ آواز کھجور کے اس تنے سے آرہی تھی جس سے محبوبؐ خدا خطبہ کے دوران اکثر سہارا لیا کرتے تھے۔

کسی نے آج تک درخت کو روتے نہیں دیکھا تھا۔ اور انسانی معلومات کے مطابق تخلیقِ کائنات سے لے کر آج تک ایسا نادر واقعہ کبھی پیش نہ آیا تھا۔ آہستہ آہستہ صحابہ کرامؓ کی حیرت جاتی رہی کیونکہ اب وہ حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ یہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اعجاز تھا۔ کہ کھجور کے خشک تنے کو اپنی محرومی کا احساس ہو گیا تھا۔ بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کی طرح۔

بے زبان کو محبوبؐ خدا کی محبت کے صدقے میں زبان مل گئی اور اس نے اظہارِ محبت کے لیے گریہ کا سہارا لیا۔ جو اس قدر دردناک تھا۔ کہ خود سننے والوں پر رقت طاری ہو گئی صحابہ کرامؓ پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ کھجور کا یہ تنا آغوشِ نبیؐ سے محروم ہو گیا تھا۔ لیکن محبوبِ خدا تو رحمۃ للعالمین ہیں آپؐ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور منبر سے اُتر کر آپؐ نے اسے اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اس پر دستِ شفقت پھیرا اور کھجور کا یہ تنا اپنے محبوبؐ کو پا کر۔ اپنے محبوبؐ کی آغوش میں سما کر خاموش ہو گیا۔ بالکل خاموش۔ لیکن اس کی بے زبانی سدا محبت کے نغمے الاپتی رہے گی۔

Marfat.com

ذفران کے میدان میں

۲ ھ رمضان کا پہلا عشرہ تھا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکردگی میں جانثاروں کا ایک مختصر سا لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر ذفران کے مقام پر پہنچا تو آپ نے پڑاؤ ڈال دیا۔ کیونکہ آپ کو اطلاع مل گئی تھی کہ قریش مکہ کا ایک لشکر بدر کے قریب پہنچنے والا ہے۔ اور اب جنگ ناگزیر ہو گئی ہے اور ان کا مقابلہ ترک کرکے اپنی سیاسی۔ دینی اور عسکری قوت کو زک پہنچانا کسی لحاظ سے بھی مناسب نہ تھا۔ مسلمانوں کے اس لشکر میں چند آدمی تذبذب کی حالت میں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم تو صرف قریش کے تجارتی قافلہ کو روکنے کے لیے آتے تھے اس لیے مناسب اسلحہ ساتھ لانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اب جب کہ قریش کا لشکر سامنے کھڑا ہے تو ہمیں اس سے لڑوانے کے مشورے ہو رہے ہیں قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں

Marfat.com

سے ایک تمہیں مل جائے گا
تم چاہتے تھے۔ کہ کمزور گروہ تمہیں ملے
مگر اللہ کا ارادہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھاتے
اور کافروں کی جڑ کاٹ دے
تاکہ حق حق اور باطل باطل ہو کر رہے خواہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

(انفعال : ۷-۸)

ایک طرف قریش مکہ کے اسلحہ سے لیس لشکر کی آمد اور دوسری طرف مسلمانوں کے پاس افرادی قوت کی کمی کے ساتھ ساتھ اسلحہ کی قلت کا سامنا تھا اور اس سے پہلے اتنی بڑی جنگ کا تجربہ بھی نہ تھا۔ یہ کفر اور اسلام کی پہلی بڑی جنگ تھی جو چند روز میں متوقع تھی اگر مسلمانو میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ کار فرما نہ ہوتا تو اس کشمکش کا نتیجہ کسی اور صورت میں نکلتا لیکن جانثاران نبیؐ ایسے خطرات کو خاطر میں لانے والے نہیں تھے۔ چنانچہ مہاجرین کے سرتاج ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مؤثر تقریر کی اور جوش و جذبہ کی گفتگو فرمائی پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانثاری کا یقین دلایا اس کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ آپؐ کو جو کچھ فرماتے وہی کیجیے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔
خدا کی قسم ہم وہ نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ:
"تم اور تمہارا خدا چلا جائے تم دونوں وہاں لڑنا ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔"
اس خدا کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ برک الغماد تک بھی چلے جائیں تو ہم آپؐ کا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ آپؐ وہاں پہنچ جائیں۔"

محبوبِ خُدا کا روئے انور فرطِ مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ آپؐ نے قدرے توقف سے فرمایا۔
"مجھے مشورہ دو۔ کیا کیا جائے؟"
محبوبِ خُدا کا یہ ارشاد سُن کر حضرت سعدؓ بن معاذ کے ذہن میں یہ خیال بجلی کی سی سُرعت سے اُبھرا کہ آپؐ کا رُوئے سخن انصار کی طرف ہے کیونکہ مہاجرین تو اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ اُنھوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپؐ ہم سے خطاب فرما رہے ہیں ہم آپؐ پر ایمان لا چکے۔ آپؐ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپؐ جو تعلیم لائے ہیں وہ سچی ہے ہم آپؐ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا پختہ وعدہ کر چکے ہیں

آپؐ جس طرف ارادہ فرمائیں۔ تشریف لے چلیں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اس خُدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر آپؐ سمندر بھی ہمارے سامنے لے آئیں۔ اور اس میں داخل ہوں۔ تو ہم آپؐ کے ساتھ اس میں بھی داخل ہو جائیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ ہٹے گا۔ ہم اسے ناپسند نہیں کرتے کہ کل آپؐ ہمیں لے کر دشمنوں سے مقابل ہوں۔ ہم جنگ میں استوار اور مقابلے میں سچے ہیں۔ واللہ جب تک ہم میں سے ایک آنکھ بھی گردش کرتی ہے ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اُمید ہے کہ خُدا آپؐ کو ہماری طرف سے ایسے کارنامے دکھائے گا جن سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ آپؐ اللہ کی برکت سے چلیں"

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اس تقریر سے عشقِ نبیؐ کی داستانوں کے باب وا ہونے لگے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ ان کی جانثاری کے عزم پر جھوم اٹھا یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جان لٹانے اور آپؐ کے حکم کی تعمیل میں شجاعت و جانثاری کی داستانیں رقم کرنے کا موقع تھا۔ اور مسلمانوں کی یہ مختصر سی جماعت اُسکے لیے مستعد کھڑی تھی اب محبوبِ خُدا کا روئے مُبارک خوشی سے کھل گیا اور جانثاروں میں جوشِ جہاد لہریں لینے لگا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا ہے۔ اس سے بڑھ کر میری خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے" عبداللہ رض بن اُنیس کو یہ سوچ کر پوری کائنات میں پھلجھڑیاں سی چھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور خوشی کے مارے ان کے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

"محبوبِ خدا میرے منتظر ہیں۔ یا اللہ زمین سمٹ جاتے اور میں چشم زدن میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤں" عبداللہ رض نہایت برق رفتاری سے جا رہے تھے تاکہ جلد از جلد خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ رض کو دیکھ کر متبسم ہوئے اور ان کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ قبیلہ بنو لحیان کے فتنہ انگیز سردار سفیان بن خالد کی تباہ کن کارروائیاں حد سے گزر چکی ہیں اور مسلمانوں کو اس کی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس کا سر کاٹ کر لے آؤ۔

عبداللہ رض اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں اسی وقت روانہ

Marfat.com

ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کے ساتھ تھیں وہ اپنے مشن پر جا رہے تھے اور ذہن میں اس کی تکمیل کے منصوبے بھی اُبھرتے جا رہے تھے۔

سفیان مکہ معظمہ سے تھوڑی دُور بطن عُرنہ کا رہنے والا تھا۔ وہ بے حد مُفسد اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا اُس نے طلحہ بن طلحہ کی بیوہ سُلافہ بنت سعد سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اس کے بیٹے مسافع بن طلحہ کے قاتل عاصمؓ بن ثابت کا سر کاٹ کر لائے گا اور سلافہ کو تحفتہً پیش کرے گا تاکہ وہ اس کے کاسۂ سر میں شراب پی کر اپنی قسم پوری کر سکے۔ اس کا شوہر طلحہ بن طلحہ غزوۂ اُحد کے موقع پر لشکرِ قریش کا علمبردار تھا جو جنگ کے آغاز میں حضرت علیؓ کی تلوار کے ایک ہی وار سے گر کر خاک و خون میں نہا گیا تھا۔ اس کے بعد اس کے تین بیٹے مسافع۔ کلاب اور جُلاس بھی مسلمانوں کی تلوار کا نشانہ بن چکے تھے۔ اور سلافہ۔ ان کی ماں۔ انھیں یاد کر کے روتی رہتی تھی ۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ عاصمؓ بن ثابت کی کھوپڑی میں شراب پئے گی اور اس کے لانے والے کو انعام میں ایک سو اُونٹ دے گی۔

سفیان اُونٹوں کے لالچ میں سلافہ کا شکار حاصل کرنے کی حامی بھر چکا تھا ــــ اس لیے واپس اپنے گاؤں آ کر اس نے چند مددگار حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ اس نے اپنے چند دوستوں کی دعوت دی اور انھیں بتایا کہ اگر ہم مسلمانوں کو دھوکا دے کر ان کے دس بارہ آدمی کسی نہ کسی بہانہ سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جن میں عاصم بھی موجود ہوں تو انھیں قریش مکہ کے پاس منہ مانگے داموں پہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور انعام کے سو اونٹ اُس کے علاوہ ہوں گے۔

لیکن جب اس کے دوستوں نے دریافت کیا کہ مسلمانوں کے دس بارہ آدمی حاصل کیونکر ہوں گے تو اس نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا کہ ہم میں سے دو آدمی مدینہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملیں اور ان سے کہیں کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہونا چاہتا ہے اور ہم اپنے قبیلے کے نمائندہ ہیں اس لیے ہمارے ساتھ عاصمؓ بن ثابت کی سرکردگی میں چند آدمیوں

Marfat.com

کو تبلیغِ اسلام کے لیے بھیج دیں۔ عاصمؓ کی بات کا اثر ہمارے قبیلے کے لوگ بہت جلد قبول کر لیں گے کیونکہ وہ اُن کی دانائی اور بہادری کے معترف ہیں۔

ابھی یہ لوگ ایسی باتیں ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک خوبصورت اور باوقار اعرابی ـــ جو اپنی وضع قطع سے کسی قبیلے کا سردار معلوم ہوتا تھا ـــ وہاں آپہنچا اور جلد ہی ان میں گھل مل گیا۔ اس نے اپنی شیریں بیانی سے سب کو اپنا گرویدہ بنالیا اور سفیان پر تو اس کا سحر طاری ہو گیا۔ اور اس نے پُوچھا

"بھائی تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو؟"

اعرابی بولا میں قبیلۂ خزاعہ کا ایک رئیس ہُوں میں نے سُنا تھا کہ تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف تیاریاں کر رہے ہو میں بھی تمھارے ساتھ مل کر ان کارروائیوں میں حصّہ لینا چاہتا ہُوں کیونکہ میرے نزدیک ان لوگوں کو ہر طریقے سے تباہ کر دینا ہی ضروری ہے۔ تم مجھے اپنا قابلِ اعتماد ساتھی سمجھو۔

سفیان کو اعرابی کے ارادوں نے مہمیز لگائی اور بولا

"مجھے تمھاری باتوں میں خلوص اور جرأت کی چاشنی محسوس ہوتی ہے۔ تم جیسے مخلص اور بہادر ساتھیوں کی مدد سے مُسلمانوں کو تباہ کر دینا کوئی مشکل بات نہیں ہے مُسلمانوں کی تعداد ہی کیا ہے بس مُٹھی بھر تو ہیں اگر ایک زوردار حملہ کیا جائے تو ان سب کا صفایا ہو جائے گا اور پھر کوئی ان کا نام تک لینے والا باقی نہ رہے گا ـــ تم آج رات میرے مہمان ہو ـــ کل لائحۂ عمل طے کیا جائے گا۔"

یہ ۵ محرم ۴ھ کی ایک شام کا واقعہ ہے جب سفیان اپنے دوستوں سے جُدا ہو کر اعرابی کو ساتھ لیے ہُوئے گھر پہنچا۔ جہاں انھوں نے کھانا کھایا اور کچھ دیر تک خوش گپیوں سے دِل بہلانے کے بعد میٹھی نیند سو گئے۔

اعرابی بظاہر سوگیا تھا اس کے خراٹے خیمے سے باہر بھی سُنائی دینے لگے تھے لیکن وُہ جاگ رہا تھا ـــــ یہ اعرابی کون تھا ؟ کسی کو اس کا علم نہ تھا۔

یہ حضرت عبداللہؓ بن اُنیس تھے۔ جو اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کئی روز کی مسافت طے کرنے کے بعد سفیان تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ وہ اس وقت ان لوگوں کے خیموں میں تھے۔ جنھیں اگر ذرا سا بھی شُبہ ہو جاتا کہ یہ اعرابی مُسلمان ہے تو ان کی تکہ بوٹی اڑا دیتے۔ لیکن مُسلمان تو عقل و دانش کا پتلا اور جوش و ہوش کا مجسّمہ ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ تو دل اور دماغ کی تمام قوّتوں اور صلاحیتوں پر مکمّل ضبط رکھنے میں شہرۂ آفاق تھے۔ پھر یہ تو حضرت عبداللہ رضؓ تھے جن کا انتخاب خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اس لیے ان کی صلاحیّتوں سے کِس کو انکار ہو سکتا تھا۔ وُہ اپنا کردار بہت خوبی سے ادا کر رہے تھے ـــــ

جب انھیں یقین ہو گیا کہ دشمن نیند کی آغوش میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر سانس لیتی ہوئی لاش بن گیا ہے تو انھوں نے اپنی تلوار نکالی۔ ایک ہی وار میں سفیان کی گردن کاٹ لی۔ اس کا سر اپنی زنبیل میں ڈالا اور رات کی تاریکی میں دبے پاؤں وہاں سے نکل گئے۔ وہ رات بھر چلتے رہے اور جب صبح صادق کی سفیدی پھیلنے لگی تو ویران سی ایک پہاڑی کے غار میں چھپ گئے۔

جب سورج طلوع ہُوا اور لوگوں نے اپنے سردار سفیان کی لاش دیکھی جو اپنے سر سے محروم ہو چکی تھی تو غم و غُصّہ سے دیوانے ہو گئے انھیں یقین تھا کہ اس کا قاتل وہی اعرابی ہے جو رات اس کے پاس مہمان تھا اور اب غائب ہے انھوں نے اس کی تلاش میں گرد و نواح کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن مایوس ہو کر واپس لَوٹ آئے۔ عبداللہ رضؓ دِن کو چھُپ رہتے اور رات کو اپنا سفر جاری رکھتے حتیٰ کہ ۲۳ محرّم کی ایک سہ پہر کو وہ مدینہ منوّرہ میں اس وقت پہنچے جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ میں رونق افروز تھے۔

عبداللہ رضؓ عجیب وارفتگی کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو آپؐ نے انھیں دیکھ کر فرمایا

"تمھارا چہرہ فلاح پائے"

عبداللہ رضؓ اپنے محبوبؐ کا روئے تاباں دیکھ کر جھوم اُٹھے اور انھیں اپنے اندر نشاط و انبساط کی لہریں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ انھوں نے فرطِ مسرت سے کہا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کا روئے انور بھی فلاح پاتے"

اس کے بعد انھوں نے سفیان کا سر زنبیل سے نکال کر خاک پر ڈال دیا اور جب اُسے یہاں تک لانے کی سرگزشت سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دانشمندانہ جرأت اور خلوص کو سراہا اور نہایت شگفتگی اور مسرت سے اپنا عصا مبارک ان کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا۔

"اسے پکڑ کر جنّت میں چلے جاؤ"

سبحان اللہ کتنی عظیم سعادت ہے۔ کہ شافع محشر خود اپنا عصا مبارک عطا فرماتے ہیں۔ جو جنّت کا پروانہ ہے۔

یہ عصا مبارک ان کے پاس آخر دم تک رہا اور جب دمِ واپسیں کا موقع آیا تو انھوں نے اپنے لواحقین کو وصیت کی کہ میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انتہائی قیمتی اور مبارک یادگار کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے تاکہ میں یوم الدین کی سختیوں میں جنّت کا یہ پروانہ لیے ہوئے اپنے خالق اکبر کے حضور پیش ہو جاؤں۔

قُم یا نُومان

شوال ۵ ہجری کے آخری عشرہ میں لشکر قریش جب اپنے حلیفوں کے ساتھ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ سا رہ گیا کہ شہر کے اس حصّے کو خندق کھود کر محفوظ کر لیا گیا ہے جہاں سے شہر میں داخلہ ممکن تھا۔ کیونکہ باقی اطراف میں یا تو لاوے کی چٹانیں تھیں جو سخت دشوار گزار تھیں یا کھجوروں کے گھنے باغات تھے جن میں سے لشکر کا گزر ممکن نہ تھا۔ قریش کے اس لشکر کے ساتھ بنو سلیم۔ غطفان۔ بنو مرّہ اور اشجع کے پیدل اور سوار بھی شامل تھے اور اس لشکر کی مجموعی تعداد دس ہزار سے چوبیس ہزار تک بتائی گئی ہے۔ لشکر کا سالارِ اعلیٰ رئیس مکہ ابو سفیان بن حرب تھا جس کی جنگی صلاحیتیں اپنا لوہا منوا چکی تھیں۔ لشکر کے ساتھ اُونٹ اور گھوڑے بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ عرب میں اس سے پہلے اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں دیکھا گیا تھا جب کہ مدینہ میں اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف تین ہزار مجاہد موجود تھے جو بھوک اور مُسلسل محنت و مشقت کی وجہ سے نقاہت محسوس کرتے تھے انھوں نے قلیل مدت میں طویل خندق کھود کر اگرچہ دشمن کا راستہ مسدود کر دیا تھا۔ لیکن شدید سردی۔ غذائی قلت۔

Marfat.com

ناموافق حالات دشمن کی کثرت اندرون شہر یہودیوں کا خطرہ اور ایسے ہی صبر آزما لمحات میں ان کے لیے چوکنا رہنے اور ہر وقت شمشیر بکف نظر آنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار بھی نہ تھا۔

اس لشکر نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور مسلمانوں پر ان کا دباؤ ہر لحظہ بڑھتا جا رہا تھا۔ لیکن ایک ماہ گزرنے کے باوجود چھوٹی موٹی جھڑپوں اور خندق کے دونوں جانب سے پتھراؤ اور تیر اندازی کے سوا کوئی قابلِ ذکر معرکہ رونما نہ ہوا تھا۔ البتہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہودیوں نے خفیہ طور پر قریش سے معاہدہ کر کے مسلمانوں کے خلاف غداری کا ارتکاب کیا جس سے مسلمانوں کی حالت اور بھی زیادہ نازک ہو گئی اور وہ اندرون و بیرون دونوں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں آ گئے تاہم نعیمؓ بن مسعود اشجعی کی حاضر دماغی اور فراست اپنا رنگ لائی اور قریش اور بنو قریظہ کے درمیان شدید غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں جس سے اندرونی خطرہ کسی حد تک کم ہو گیا۔

اس قسم کے غیر یقینی حالات میں ذہنی کرب و اذیت کی لہریں مسلمانوں کو بے چین کرتی رہیں اور ایک ماہ کا عرصہ دبے پاؤں سے گزر گیا حتیٰ کہ ایک رات یکایک تیز آندھی آئی اور اس کے ساتھ ہی آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے۔ سخت سردی تھی آندھی بھی تیز چل رہی تھی۔ جس سے حملہ آوروں پر کپکپی سی طاری ہو گئی اور اس قدر تیز ہوا میں آگ جلانا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ یخ بستہ تیز و تند جھونکوں سے خیموں کی طنابیں ٹوٹ رہی تھیں میخیں اکھڑتی جا رہی تھیں چولہوں پر سے دیگچیاں اُلٹ گئی تھیں۔ کنکر چہروں پر تیر کی طرح لگتے تھے۔ ریت کی وجہ سے آنکھیں کھولنا دوبھر ہو رہا تھا۔ منہ اور ناک ریت سے اٹ گئے تھے۔ اور ہر شخص بدحواس ہو چکا تھا۔

اس طوفان اور سردی کی وجہ سے اُونٹ بلبلا رہے تھے۔ گھوڑے ہنہناتے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ عجیب افراتفری کا عالم تھا۔

یہ حالات تھے جب مدینہ منورہ میں محبوبِ خدا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خیمے کے آس پاس جمع ہونے والے جانثاروں سے ارشاد فرمایا۔

"کون ہے جو مشرکین کے لشکر میں جائے اور ان کی نقل و حرکت اور ارادوں کا جائزہ

ے کر مجھے آگاہ کرے۔

جو شخص یہ کام کرے گا۔ مَیں اسے جنّت میں اپنی معیت کی بشارت دیتا ہُوں"

اگرچہ ہر جاں نثار اپنی اپنی جگہ تعمیلِ ارشاد کا جذبہ رکھتا تھا مگر سخت اندھیری رات۔ شدید سردی۔ طوفان بادوباراں اور بجلی کی کڑک اور چمک نے پُورے ماحول کو سخت بھیانک بنا دیا تھا اور لوگ سراسیمہ ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن کر بھی ہر طرف خاموشی طاری تھی اور لوگ ایک دوسرے کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے پُوچھ رہے ہوں کہ اب کیا ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا مگر کوئی شخص بھی سامنے نہ آیا۔ اس لیے چوتھی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضؓ بن یمان کا نام لے کر ارشاد فرمایا

"حذیفہ جاؤ یہ کام تم کرو۔ لیکن خبردار کسی مشرک پر حملہ نہ کر بیٹھنا"

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مُبارک سے اپنا نام سُن کر حضرت حذیفہ رضؓ چونک اُٹھے اور فوراً بولے "لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم")

"مجھ پر اللہ کے حبیبؐ نے اعتماد کیا ہے۔
مجھے یہ کٹھن منزل طے کرنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ مَیں اپنے محبوبؐ کے قربان جاؤں
مجھ پر ان کی نظرِ کرم میری خوش بختی کا نشان ہے"

حذیفہ رضؓ یہ سوچتے ہُوئے اُٹھے۔ ذرا سا جُھک کر محبوبِ خُدا کے رُوئے انور کی طرف دیکھا اور سُلگتی ہُوئی تمناؤں کے ہجوم کو لیے ہُوتے بادوباران کی تندی اور شب کی سیاہی میں گُم ہو گئے۔

لشکرِ قریش کا سالار ابوسفیان اپنے خیمے میں بیٹھا آگ تاپ رہا تھا چند آدمی بھی اس

Marfat.com

کے آس پاس بیٹھے ہوتے تھے۔ جن کے چہرے آگ کی روشنی میں مرجھائے ہوئے سے نظر آتے تھے اتنے میں میانہ قد کا ایک دبلا پتلا سا آدمی — جس نے اپنے چہرے کو ڈھاٹے سے چھپا رکھا تھا آکر چپ چاپ ان آدمیوں میں شامل ہو گیا ابوسفیان کہہ رہا تھا۔

"اے گروہ قریش رات اندھیری ہے چوکنے رہو مبادا مسلمان شب خون ماریں یا ان کا کوئی جاسوس ہمارے خیموں میں داخل ہو جائے اس لیے ہر شخص اپنے برابر والے پر نگاہ رکھے۔"

یہ سن کر اس دبلے پتلے آدمی نے بڑی ہوشیاری اور سرعت سے اپنے برابر والے کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا

"ارے۔ تم کون ہو —؟"

اس نے جواب میں کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔

یہ دبلا پتلا آدمی جو اس قدر چست اور ہوشیار تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراغ رساں حذیفہ رضی تھے۔

ابوسفیان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا

"یا معشر قریش۔ واللہ تم صحیح جگہ پر نہیں ٹھہرے۔ ہمارے اونٹ اور دوسرے جانور ہلاک ہو گئے ہیں۔ بنو قریظہ نے ہم کو چھوڑ دیا ہے ان کے طرز عمل سے ہمیں سخت مایوسی اور کوفت ہوئی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس تند و تیز ہوا نے جو تباہی مچائی ہے وہ سب تمہارے سامنے ہے واللہ چولہے پر ہماری دیگچیاں نہیں ٹھہرتیں نہ آگ جلتی ہے۔ نہ خیمے برقرار رہتے ہیں پس بہتر یہی ہے کہ یہاں سے کوچ کر جاؤ

میں نے کوچ کا ارادہ کر لیا ہے ان حالات میں ہماری فتح غیر یقینی ہے۔"

حذیفہ رض مشرکین کی زبوں حالی اور سالار لشکر کے ارادوں کا جائزہ لیتے ہوئے واپس

Marfat.com

مدینہ منورہ میں آگئے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتظار میں بدستور اپنی جگہ پر تشریف فرما تھے۔ انہیں واپس آتے دیکھ کر آپ کا روئے تاباں دمک اٹھا اور تبسم کی لہریں پھیل گئیں۔

حذیفہ رضؓ نے تمام حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانثاری اور ہوشیاری سے بہت خوش ہوئے۔ حذیفہ رضؓ اس وقت سردی سے بے حال ہو رہے تھے۔ تھکان بھی بہت تھی اس لیے آپ نے انہیں اپنا کمبل اڑھا دیا اور فرمایا اب تم اس جگہ آرام کرو۔

حذیفہ رضؓ میٹھی نیند سو گئے انھوں نے اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کر کے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ وہ رات بھر سوتے رہے جب صبح ہوئی تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں محبت سے جگاتے ہوئے فرمایا

قُم یا نومان

(اے سونے والے اب اُٹھ)

دن کی روشنی میں اہلِ مدینہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ قریش کا وہ لشکر جو بڑے کرّ و فر کے ساتھ آیا تھا اَب کہیں نظر نہیں آتا تھا اور ان کے پڑاؤ میں گرے ہوئے خیمے۔ الٹی ہوئی دیگیں۔ مرے ہوئے اُونٹ اور گھوڑے اور خوراک سے بھرے ہوئے تھیلے پڑے ہیں اور دُور دُور تک کسی انسان کا وجود نظر نہیں آتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نظارہ دیکھ کر فرمایا

"اَب ہم ان (قریش) پر چڑھائی کریں گے اور وہ ہم پر چڑھائی نہیں کر سکیں گے۔"

Marfat.com

اُمِّ سُلیم اور چُھری

قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا ہے

اور جنگِ حنین کا دِن یاد کرو

جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے

تو دیکھو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی

اور زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود بھی تمہارے لیے تنگ ہو گئی اور بالآخر

تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

(التوبۃ : ۲۵)

یہ خُدائی فیصلہ اس لیے کیا گیا تھا کہ ۱۰ شوال ۸ ھ کو بارہ ہزار کا منظم لشکر دیکھ کر مکّہ سے کچھ فاصلے پر اوطاس کے مقام پر چند مُسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے تھے۔

"اب ہم قلیل تعداد میں نہیں ہیں کہ کوئی ہم پر غالب آجائے"

لیکن اس تعلّی کے جواب میں جو کچھ ہوا اس کا ذکر اللہ جل شانہٗ نے ان الفاظ میں

Marfat.com

کیا ہے جو ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔

کہنے والوں نے اس لیے یہ کہا تھا کہ مجاہدین کا اتنا بڑا لشکر اس سے پہلے کبھی جمع نہیں ہُوا تھا لیکن فخر کرنے والے یہ بات بھول گئے کہ فتح افراد کی بہتات سے نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ پاک کا انعام ہے۔ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے کیونکہ وہ بہت قلیل تعداد کے ہاتھوں کثیر تعداد کو ذلیل و رسوا کرنے کی پُوری پُوری قدرت رکھتا ہے۔

اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کے طور پر وُہ لوگ محوِ سفر تھے جو اس سے پیشتر کسی لشکر میں شامل ہو کر کبھی نہ لڑے تھے۔ ان میں مکہ کے آزاد کردہ لیکن غیر مُسلم غلاموں کی معقول تعداد شامل تھی اور یہی لوگ ایسی غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتے ہُوئے نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر اپنا سفر جاری رکھے ہُوئے تھے مقابلہ میں بنو ہوازن کے بہترین تیر انداز تھے جنھیں اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ اسلامی لشکر کس راہ سے آرہا ہے انھوں نے کمین گاہوں میں اپنے تیر انداز بٹھا دیے اور جب مُسلمانوں کا مقدمۃ الجیش بے فکری سے آگے بڑھتا ہُوا ان کی زد میں آیا تو ان پر چاروں طرف سے تیروں کی اس قدر شدید بوچھاڑ ہُوئی کہ ان کے قدم اکھڑ گئے اور مکہ کے غیر مُسلم آزاد کردہ غلام بدحواس ہو کر فرار ہو گئے اور اپنی کثرت تعداد پر ناز کرنے والے دیوانہ وار بھاگ نکلے۔ ان کی بدحواسی نے پُورے لشکر کی ترتیب و تنظیم کو تباہ کر کے رکھ دیا اور کسی کو ہوش نہ رہا۔ کہ دوسرا کس حال میں ہے۔

اس افراتفری کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ اپنے خچر پر سوار تن تنہا رہ گئے یہ لمحہ ان لمحات میں سے ایک ہے جس کی نزاکت نے آپؐ کی بے مثال بہادری، جرأت اور استقامت کی کُھلی کُھلی شہادت دی ہے۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو پکارا اور سواری سے اُتر کر بڑے جلال سے فرمایا

انا النبیّ لا کذب - انا ابن عبد المطلب

یہ تاریخی رجز آپؐ کی زبان مبارک سے پہلی بار سننے میں آیا تھا۔

Marfat.com

بنو ہوازن نے آپؐ کو یکا و تنہا دیکھ لیا تھا۔ اس لیے ان کا ایک دستہ نہایت سُرعت سے اس طرف بڑھا تاکہ مُسلمانوں کے جمع ہونے سے پہلے سالارِ لشکر کو اپنی راہ سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دیں۔ اس نازک وقت میں جو جانثار آپؐ کے گردوپیش موجود تھے تاریخ نے ان کے اسمائے گرامی محفوظ کر لیے ہیں تاکہ آنے والی نسلیں ان سے روشنی اور حرارت حاصل کر کے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیتی رہیں۔

ان میں مندرجہ ذیل اصحاب شامل تھے۔

ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ عباسؓ۔ فضل بن عباسؓ۔ قثم بن عباسؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ ایمنؓ بن عبید (ام ایمن کے بڑے فرزند) مُغیرہؓ بن حارث بن عبدالمطلب اور ان کے فرزند جعفرؓ اور ربیعہؓ ـــــ مغیرہؓ نے آپؐ کے سفید خچر کی زین کو پکڑ رکھا تھا۔ اور عباسؓ کے ہاتھ میں اس کی لگام تھی۔ اس وقت آپؐ خچر پر سوار تھے۔

لیکن چشمِ فلک نے یہ حیران کُن نظارہ بھی دیکھا کہ اس انتہائی نازک مرحلے پر ایک خاتون نے اپنے کمربند میں خنجر اڑس رکھا ہے اور اپنے خاوند کی طرح خود بھی نہایت ثابت قدمی سے آنے والے واقعات کا مقابلہ کرنے کے لیے کھڑی ہے۔

چٹان کی مانند ثابت قدم رہنے والی یہ شیر دل خاتون خادم رسولؐ حضرت انسؓ کی والدہ اُمِّ سلیم تھیں۔ جن کا چہرہ ہر قسم کی بدحواسی سے پاک تھا۔ جس میدان سے مُسلمان جانباز بھی ہٹ گئے تھے اور دشمن کے حملے کی شدت اور تیروں کی بوچھاڑ نے ان کے قدم اکھاڑ دیے تھے وہاں یہ خاتون محبوبِ خدا کے پاس نہایت مضبوطی اور حوصلے سے کھڑی تھیں۔

دشمن اور قریب آگیا اسے یقین تھا کہ یہ چند نفوس جلد ہی ان کی تیراندازی کا شکار ہو جائیں گے اور ان کی نسلیں ہمیشہ ان پر فخر کرتی رہیں گی کہ عرب کی سب سے بڑی قوت کو ہمارے آباؤاجداد نے پاش پاش کر دیا تھا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا

Marfat.com

عباسؓ۔ زور سے پکارو یا معشر الانصار، یا معشر اصحاب سمرہ
(اے گروہ انصار، اے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والو)

حضرت عباسؓ بہت بلند آواز تھے۔ ان کی یہ پکار صور اسرافیل کا کام کر گئی اور تھوڑی سی دیر میں لبیک لبیک کہتے ہوئے مسلمان گروہ در گروہ پیدل اور سوار بھاگ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے انھوں نے دشمن پر اس شدت سے حملہ کیا کہ بنوہوازن کے پاؤں اکھڑ گئے ان کا لشکر سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان میں صرف عورتیں، بچے، بکریاں، اونٹ، گھوڑے اور گھر کا مال و اسباب باقی رہ گیا اور تیر انداز ایسے غائب ہوئے گویا یہاں کبھی دیکھے ہی نہ گئے تھے۔

ان کے بوڑھے اور نابینا سردار دُرید نے کیا خوب کہا تھا کہ جس کے پاؤں اکھڑ جائیں اُسے کوئی چیز نہیں روک سکتی چنانچہ عورتوں کی چیخ و پکار۔ اور بچوں کی گریہ زاری بڑے بڑے پہلوانوں اور سُورماؤں کو نہ روک سکی مال و اسباب بھی کسی کے پاؤں میں زنجیر نہ ڈال سکے۔ اور بھاگنے والوں نے ان چیزوں کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا حتیٰ کہ یہ سب چیزیں مسلمانوں کی ملکیّت میں آگئیں۔

"تاریخ میں مذکور ہے کہ جس وقت گھمسان کا رن پڑا اُمِ سلیمؓ کے شوہر ابو طلحہؓ بڑی بہادری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں لڑ رہے تھے اور خود اُمِ سلیمؓ ہاتھ میں خنجر لیے محبوبِ خدا پر جان نثار کرنے کے لیے تیار کھڑی تھیں جب دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ لڑائی کا زور کم ہوا اور کچھ کہنے کی فرصت ملی تو ابو طلحہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمِ سلیمؓ بھی ہاتھ میں خنجر لیے نہایت بہادری سے کھڑی ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا "اُمِ سلیمؓ اس خنجر کو کیا کرو گی؟"

Marfat.com

انھوں نے عرض کیا

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس خنجر سے آپ کی طرف بڑھنے والے ہر مُشرک کا پیٹ چاک کردوں گی۔“

اس شیر دِل اور جاں نثار خاتون کا یہ جوش و جذبہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوئے انور پر تبسم کا نور پھیل گیا۔

Marfat.com

خاتونِ اُحد

۱۵ / شوال ۳ ہجری بروز سنیچر لشکرِ اسلام صبح کے وقت کوہ اُحد کے دامن میں پہنچ کر رُک گیا اور سالارِ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل عینین پر پچاس تیر انداز مقرر فرما کر عبداللہؓ ابن جُبیر کو ان کی کمان سونپی اور ارشاد فرمایا

"ہمیں فتح یا شکست تم کسی حالت میں بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا۔"

لشکرِ اسلام سے تھوڑی دُور ہٹ کر قریش کے اونٹ بلبلاتے اور گھوڑے ہنہناتے ہُوئے سُنائی دیتے تھے۔ قریش اپنے زُعم میں زبردست جنگی تیاریاں کر کے آئے تھے اور ان کا سالارِ لشکر ابوسفیان مُسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت ہی جبل اُحد کی اس گھاٹی کو لشکرِ اسلام کی صف بندی کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ اس لیے جبل عینین کے تیر اندازوں سے مخاطب ہو کر آپؐ نے اُنھیں تاکید کرتے ہوئے فرمایا

"اگر تم دیکھو کہ ہمیں مالِ غنیمت مل رہا ہے تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا اور اگر

تم دیکھو کہ ہم قتل ہو رہے ہیں تو ہماری مدد نہ کرنا،،

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو مسلمانوں کے شدید دباؤ کے سامنے قریش کو کھڑا ہونے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ جلد ہی پسپا ہونے لگے اگرچہ اس سے پہلے علمبردار قریش طلحہ بن طلحہ نے مسلمانوں کو للکارا تھا لیکن شیرِ خدا حضرت علیؓ کی تلوار کے ایک ہی وار سے جہنم کی راہ پر روانہ ہو گیا تھا اور بعد ازاں اس کے دو بھائی اور تین بیٹے بھی اسی انجام سے دوچار ہوئے۔ پھر بھی ان کی بہادری قریش کو سہارا نہ دے سکی اور جب گھمسان کا رن پڑا تو ان کا لشکر تتر بتر ہو گیا اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے ـــ جنھیں دیکھ کر جبل عینین کے بیشتر تیر انداز اپنے سالار کے منع کرنے کے باوجود یہ مورچہ چھوڑ کر مالِ غنیمت کی طرف لپکے۔

مورچہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید ـــ جو لشکر قریش کے گھوڑ سوار دستہ کا کمانڈر تھا جبل عینین پر تھوڑی سی مزاحمت کے بعد مسلمانوں کے عقب میں جا پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے لڑائی کا پانسہ بدل گیا مسلمان سمٹ کر پہاڑ کے دامن میں جمع ہونے لگے اور اس افراتفری میں لشکرِ اسلام کے ستر جانباز شہید ہو گئے۔

اب کفار کا سارا زور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کرنے میں صرف ہو رہا تھا۔ اور اس وقت آپؐ کے پاس صرف چودہ صحابیوں کا ایک گروہ موجود تھا۔ اس نازک موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص کے کافر بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے دور سے پتھر مار کر آپؐ کا نیچے کا دانت شہید کر دیا۔ عبداللہ بن شہاب کافر نے جبینِ اقدس کو زخمی کر دیا۔ عمرو بن قمیہ نے ایک پتھر اسی زور سے چہرہ اقدس پر مارا کہ خود کی دو کڑیاں رخسارِ مبارک میں گھس گئیں اور خون بہنے لگا۔ صحابہؓ نے جب عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بددعا فرمائیں تو ارشاد فرمایا

"میں کسی پر لعنت کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ منبع خیر و رحمت بنا کر بھیجا گیا

Marfat.com

ہُوں "

اس نازک لمحہ پر یکایک اُمِ عمارہ منظر پر آگئیں اس سے پہلے وہ میدانِ جنگ میں دوسری خواتین کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ جب انھوں نے یہ ہولناک نظارہ دیکھا تو چھاگل پھینک دی اور تلوار اور ڈھال لے کر بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قریب پہنچ کر کفار کے سامنے سیسہ پلائی ہُوئی دیوار بن گئیں۔

کفار بار بار حملہ کر کے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف بڑھتے اور اُمِ عمارہ دوسرے مجاہدین کے ساتھ مل کر انھیں تیر اور تلوار سے روکتیں ایک مُشرک جو دیر سے دیکھ رہا تھا اُس نے سوچا کہ اگر اس خاتون کو راستے سے نہ ہٹایا گیا تو سالارِ لشکر تک پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔ اُس نے موقع پا کر تیزی سے اُمِ عمارہ کے سر پر تلوار ماری لیکن اس شیر دِل خاتون نے نہایت ہوشیاری سے اس کا وار ڈھال پر روکا اور اس کے گھوڑے پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آگرے۔

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُمِ عمارہ کے فرزند عبداللہؓ کو پکار کر فرمایا "

"عبداللہ اپنی ماں کی مدد کرو"

یہ سن کر وہ پلٹے اور انھوں نے تلوار کے ایک ہی وار سے کافر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا عین اُسی وقت ایک کافر نے تلوار مار کر عبداللہؓ کا بایاں بازو زخمی کر دیا اور خود بھاگ نکلا۔ اُمِ عمارہؓ نے جلدی جلدی اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند دلبند کے بازو پر پٹی باندھی اور فرمایا

"بیٹے آگے بڑھو اور جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو"

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کا یہ جذبہ دیکھ کر ارشاد فرمایا

" اے اُمِ عمارہؓ جتنی طاقت تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہوگی"

جس مشرک نے عبداللہؓ کو زخمی کیا تھا وہ موقع کی تاک میں تھا۔ اس لیے یکایک پلٹ کر اُمِ عمارہؓ پر حملہ آور ہُوا تو رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

"اُمِ عمارہؓ سنبھلنا یہ وہی بدبخت ہے جس نے عبداللہؓ کو زخمی کیا تھا۔"

اُمِ عمارہؓ شیرنی کی طرح اس پر حملہ آور ہوئیں اور تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ کافر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔

ابن قیمّہ قریش کا نامی گرامی شہسوار تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے زخمی ہونے کے بعد دوبارہ حملہ کرنا چاہا تو اُمِ عمارہ نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اور بڑی بہادری سے اُس پر تلوار کا وار کیا لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے تلوار اُچٹ گئی اور اُمِ عمارہؓ کے سنبھلنے سے پہلے ہی ابن قیمّہ نے جوابی وار کیا اور اس کی تلوار اُمِ عمارہؓ کے کندھے میں اُتر گئی۔ اگرچہ یہ بڑا شدید قسم کا زخم تھا لیکن ابنِ قیمّہ کو وہاں ٹھہرنے کا حوصلہ نہ ہُوا اور وہ گھوڑا دوڑا کر بھاگ نکلا۔ اُمِ عمارہؓ کے اس زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پٹی بندھوائی اور کئی بہادر صحابہؓ کا نام لے کر فرمایا

"واللہ آج اُمِ عمارہؓ نے ان سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی۔"

اُمِ عمارہؓ نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میرے لیے دُعا کریں کہ جنت میں آپؐ کی رفاقت نصیب ہو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دُعا کی

"یا اللہ اُمِ عمارہؓ کو جنت میں میرا ساتھ نصیب فرما"

یہ سُن کر اُمِ عمارہؓ کو بے حد مسرت ہُوئی اور بے اختیار بول اُٹھیں

"اب مجھے دُنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد بھی صحابہ کرامؓ سے اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ:- "اُحد کے دِن مَیں دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا تھا۔ اُمِ عمارہؓ ہی لڑتی نظر آتی تھیں۔"

اُمِ عمارہؓ اپنی اس بہادری اور جانثاری کی وجہ سے تاریخ اسلام میں "خاتونِ اُحد" کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد کے نازک لمحات
اور
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانثاریاں

(۱) بارہ شدید زخم ان کے سراپا پر خون اُبلتے ہوئے فواروں کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ اور وہ اُحد کے میدانِ جنگ میں ان زخموں سے چُور چُور ہو کر گر پڑے تھے۔ جنگ ختم ہو چکی تھی اور آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود شدید زخمی ہونے کے باوجود اپنے جانثاروں کی خیریت دریافت فرما رہے تھے۔ جب آپؐ نے اپنے ایک پیارے صحابیؓ کو کہیں آس پاس نہ پایا تو صحابہؓ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا

"کوئی ہے جو سعدؓ بن ربیع کی خبر لائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن کر حضرت اُبیؓ بن کعب فوراً بولے۔

"لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاتا ہوں۔"

Marfat.com

یہ کہہ کر وُہ میدانِ جنگ میں گئے اور لاشوں کے درمیان پھر کر سعدؓ بن ربیع کو تلاش کرنے لگے۔ وُہ لاشوں کو دیکھتے بھی جاتے تھے اور بار بار ان کا نام لے کر پکارتے بھی تھے۔ لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ ملتا تھا۔ آخر ایک جگہ اُنھوں نے باآوازِ بلند پکارا

"سعدؓ اگر زندہ ہو تو جواب دو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھاری تلاش میں بھیجا ہے"!

یہ آواز سعدؓ کے کانوں سے اس وقت ٹکرائی جب کہ ان کی زندگی کے چند سانس باقی رہ گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی سن کر ان کو اپنے اندر توانائی سی محسوس ہُوئی اور انھوں نے اپنی ساری نحیف و نزار قوتوں کو جمع کر کے بہت ہی مدھم آواز میں ابیؓ بن کعب سے کہا

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں میرا سلام عرض کرنا اور میرے انصاری بھائیوں سے کہنا کہ اگر آج خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ بچا تو اللہ کو ہرگز مُنہ نہ دکھا سکوگے اور اس کے سامنے تمھارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا ہم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کا حلف اٹھایا تھا"

ان کی زبان سے بمشکل یہ الفاظ ادا ہُوئے اور ایک ہچکی لے کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔

جب ابیؓ بن کعب نے حضرت سعدؓ کے آخری الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے تو آپؐ نے بڑے غمگین لہجے میں فرمایا

"اللہ سعدؓ کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ دے وُہ زندگی اور موت دونوں میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہی خواہ رہے"

(۲) حضرت ابوطلحہؓ۔ زیدؓ بن سہل انصاری جو حضرت ام سلیمؓ والدۂ حضرت انسؓ کے

Marfat.com

دوسرے شوہر تھے۔ ان جانثاروں میں شامل تھے جو آخر وقت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پروانہ وار موجود رہے اور دادِ شجاعت دیتے رہے اور کسی مشرک کو آپ تک نہ پہنچنے دیا۔ وہ ڈھال لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے۔ اور نہایت جوش سے تیر چلا رہے تھے۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ شعر تھا (ترجمہ)

"میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کی ڈھال ہو۔"

اُس دن اُنھوں نے اس شدت سے تیراندازی کی کہ یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھ سے تین کمانیں ٹوٹیں۔

ان نازک لمحات میں جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گردن مبارک اُٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے کہ مسلمانوں کی تیراندازی سے ان کا کیا حال ہو رہا ہے تو ابوطلحہ رضؓ عرض کرتے

"میرے ماں باپ آپ پر قربان
گردن اُٹھا کر نہ دیکھئے مبادا آپ کو کوئی تیر لگ جائے
میرا سینہ آپ کے سینے کے سامنے ہے"

جب کفار کی تیراندازی زیادہ شدت اختیار کر گئی اور ان کے ہاتھ سے چمڑے کی ڈھال گر گئی تو اُنھوں نے وقت ضائع کرنے اور جھکنے کی بجائے تیروں کو اپنے بائیں ہاتھ سے روکنا شروع کر دیا تاکہ وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ سکیں۔ اور اس قدر تیر اس ہاتھ سے روکے کہ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا۔ لیکن اُنھوں نے اُف تک نہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس جانثاری اور جانبازی کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرمایا

"فوج میں ابوطلحہؓ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے۔"

Marfat.com

(۳) ابو دجانہ رضؓ سر پر سُرخ پٹی باندھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چٹان کی طرح کھڑے تھے۔ انھیں آپؐ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی تلوار اس ارشاد کے ساتھ مرحمت فرمائی تھی۔ کہ مَیں اپنی تلوار اس کو دوں گا۔ جو اس کا حق ادا کرے۔ انھوں نے اپنے جسم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا دیا تھا۔ کفار کے تیر ان کی پیٹھ میں گڑتے چلے گئے۔ جسم چھلنی ہو گیا۔ لیکن اُنھوں نے ذرہ بھر جنبش نہ کی مُبادا کوئی تیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے۔ انھوں نے جب ابن قیمہ کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے تو اس کی راہ میں ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے تیر آ آ کر ان کی پیٹھ لہولہان کر رہے تھے مگر وہ جان و تن وار دینے کی سچی خواہش لیے ہُوئے تھے اس لیے کسی کو آگے بڑھنے میں کامیابی نہ ہُوئی۔

جنگ ختم ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لے گئے اور حضرت علی رضؓ نے اپنی تلوار جگر گوشۂ رسولؐ حضرت فاطمہ رضؓ کو دیتے ہُوئے فرمایا

"اس کا خون دھو ڈالو۔ اس نے اپنا حق ادا کر دیا"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سُنا تو ارشاد فرمایا

"صرف تمھاری تلوار ہی نے نہیں ابو دجانہ رضؓ کی تلوار نے بھی آج اپنا حق ادا کر دیا"

(۴) حضرت سعد رضؓ بن ابی وقاص بھی ان جانثاروں میں سے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے آخری لمحات تک رہے سعد رضؓ وُہ تیر انداز تھے جن کا نشانہ ضرب المثل تھا۔ کمان سے تیر نکلتا تو دُشمن کے لیے موت کا پیغام بن کر جاتا جب بھی کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نرغہ کرتے سعد رضؓ اس شدّت سے تیر اندازی کرتے کہ ان کے بڑھتے ہُوئے قدم رُک جاتے۔ یہی وقت تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ترکش سے تیر نکال نکال کر سعد رضؓ کو عنایت کرتے جاتے اور ارشاد فرماتے

Marfat.com

"میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اے سعدؓ تیر چلاؤ"

کیا اعزاز اور اکرام تھا کہ جس نے یہ بات سُنی حضرت سعدؓ کے مقدر پر رشک کرنے لگا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مَیں نے سعدؓ کے سوا کسی اور کے حق میں ایسے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مُبارک سے نہیں سُنے۔

اس جنگ میں حضرت سعدؓ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔

(۵) طبقات ابنِ سعدؒ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

"مَیں نے دیکھا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پا کر مشرق کی جانب سے ایک پرندے کی طرح فضا میں پرواز کرتا ہُوا تیزی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے مَیں بھی آپؐ کی حفاظت کے لیے تیزی سے بھاگا اور کہا الٰہی خیر ہو کیا دیکھتا ہُوں کہ وُہ شخص جو مجھ سے پہلے پہنچ چکا ہے ابوعبیدہؓ بن الجراح ہے اس موقع پر ایک کافر کے وار سے خَود کی کڑیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مُبارک میں دھنس گئی تھیں آپؐ کا چہرہ مُبارک زخمی ہو چکا تھا۔ مَیں نے ان کڑیوں کو نکالنا چاہا تو ابوعبیدہؓ نے کہا خُدا کا واسطہ دے کر کہتا ہُوں کہ مجھے نکالنے دیجیے اس کے بعد انھوں نے مُنہ سے ایک کڑی پکڑی اور آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے اور بالآخر ایک کڑی اپنے منہ سے کھینچ کر نکال دی۔ لیکن اس کوشش میں ان کا ایک نچلا دانت ٹوٹ گیا"

ابوعبیدہؓ کو اپنے دانت ٹوٹنے کا ملال نہ تھا بلکہ اس بات کی خوشی تھی کہ انھوں نے اللہ کے حبیبؐ کے رُوئے انور میں پیوست ہونے والی خود کی کڑیاں نکال کر آپؐ کی تکلیف کو رفع کرنے کی خدمت سر انجام دی ہے۔

حضرت زیادؓ بن سکن اشہلی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی، غزوۂ احد

کے ایک نازک موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر کفار نے نرغہ کر لیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا۔

"کون ہے جو میرے لیے اپنی جان اللہ کی راہ میں فروخت کرے"

اس وقت حضرت زیادؓ آپ کے قریب ہی کھڑے تھے جونہی انھوں نے آپ کی آواز سُنی اپنے چار انصاری ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے اور عرض کیا

"ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم"

پھر نرغہ کرنے والے کفار کے گروہ میں گھس گئے اور ایسی جانبازی سے لڑے کہ مشرکین کا مُنہ پھر گیا لیکن اس کشمکش میں وہ زخمی ہو کر گر پڑے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے انھیں اپنے قدم مُبارک سے ٹیک لگا کر بٹھایا اور انھوں نے وہیں آخری ہچکی لی۔

Marfat.com

سُولی اور حضرت زیدؓ اور حضرت خُبیبؓ

مُسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے کفار نے ہر حربہ آزمایا جن میں دھوکا دے کر مسلمانوں کو شہید کرنے کے دو واقعات ملتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ رجیع ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ غزوۂ اُحد کے کچھ عرصہ بعد قبیلہ عضل وقارہ کے چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ اپنے اصحاب میں سے کچھ کو ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں دین کی تعلیم دے سکیں آپؐ نے ان کے ساتھ سات (اور بعض روایات کے مطابق دس) صحابہؓ کو روانہ فرمایا جن میں حضرت زیدؓ بن دثنہ انصاری بھی شامل تھے۔

ان ظالموں نے اپنے آدمی راہ میں ایک جگہ چھپا رکھے تھے تاکہ وہ مبلغین پر حملہ کر کے سب کو شہید کر دیں چنانچہ جب یہ جماعت رجیع کے مقام پر پہنچی تو ان غداروں کے ساتھی بھی وہاں آپہنچے۔ اور ان سب نے مل کر مسلمانوں پر تیراندازی شروع کر دی۔ یہ مبلغین تو صرف تبلیغ کے لیے نکلے تھے ان کے پاس لڑنے مرنے کے لیے مناسب اسلحہ بھی نہیں تھا تاہم انھوں نے اپنی تلواروں سے ہی ان ظالموں کا مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن حضرت خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن

Marfat.com

دشنہ کے سوا سب شہید ہو گئے جنھیں مشرکین نے گرفتار کر لیا اور مکہ میں لاکر فروخت کر دیا ان کے خریدار وہ لوگ تھے ۔ جن کے رشتہ دار مختلف جنگوں میں ان بزرگوں کی تلوار کا شکار ہو چکے تھے ۔ ان لوگوں نے کچھ دنوں تک اُنھیں حراست میں رکھا اور پھر ان دونوں کو مکہ سے باہر تنعیم کے مقام پر لے آئے تاکہ انھیں سُولی پر چڑھا دیا جائے ۔

وہاں جب ان دونوں مظلوموں کی آپس میں ملاقات ہُوئی تو بے اختیار ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے اور ایک نے دوسرے کو مصیبت پر صبر کرنے کی وصیت کی پھر کفار نے دونوں کو الگ کیا جب زید رض کو سولی پر چڑھانے لگے تو ابو سفیان نے ان سے مخاطب ہو کر کہا

" اے زید تجھ کو خدا کی قسم سچ سچ بتانا کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمھاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ لٹکا دیا جائے اور تم اپنے اہل و عیال میں خوش و خرم رہو"

آپ نے اس کی طرف غضب آلود نگاہوں سے دیکھتے ہُوئے فرمایا

" خُدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں کانٹا چُبھے اور مَیں اپنے گھر آرام سے بیٹھا رہوں "

مشرکین یہ سُن کر حیران رہ گئے اور ابو سفیان بے اختیار بول اُٹھا

" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان سے جس قدر محبت کرتے ہیں دنیا میں اور کسی شخص کے ایسے شیدائی نہیں ہیں "

خبیب رض دو نفل پڑھ کر فارغ ہُوئے تو مشرکین نے انھیں بھی سُولی پر لٹکا دیا جب نیزہ باز ان پر مشق ستم کرنے کے لیے آگے بڑھے تو ایک مُشرک نے کہا

" اگر تم اسلام چھوڑ دو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے "

لیکن جواب میں آپ نے فرمایا

" جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان کو سلامت رکھ کر کیا کروں گا "

چالیس نیزہ باز آگے بڑھے اور خبیب رض کے بدن میں نیزوں کے چالیس چرکے یک بار

لگائے گئے جن سے فواروں کی طرح خون اُبلنے لگا۔ آپ نے بہت دردناک فی البدیہہ اشعار کہے اور آخر میں دُعا کی

"اے خدا۔ ہم نے تیرے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیے۔ اب تُو اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہمارے حال کی اور ان کی کرتوتوں کی خبر فرما دے۔"

کوئی سیدالانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دِل مہربان سے پُوچھے کہ اُنھیں اپنے ان جانثاروں اور محبوب مبلّغوں کی اس شہادت کا کس قدر صدمہ ہُوا ہوگا۔

Marfat.com

غزوۂ تبوک اور تین سچّے مومن

غزوۂ تبوک کے لیے روانگی کے وقت تین مخلص مُسلمان حضرت کعبؓ بن مالک حضرت ہلالؓ بن اُمیّہ اور حضرت مُرارہؓ بن رُبیع محض اپنی کاہلی اور سستی کی وجہ سے لشکرِ اسلام سے پیچھے رہ گئے اور جب کچھ عرصہ کے بعد لشکرِ اسلام واپس مدینہ منورہ پہنچا تو ان تینوں کے ساتھ کیا بیتی۔ اس کا احوال حضرت کعبؓ کی زبانی سُنیئے جنھوں نے اپنے بڑھاپے کے زمانہ میں نابینا ہو جانے کے بعد یہ قصہ خود بیان کیا تھا۔ (حوالہ تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۹)

سُورۃ التوبۃ آیت نمبر ۱۸ میں اللہ پاک نے فرمایا ہے۔

"اور اُن تینوں کو بھی اس نے معاف کر دیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے۔ تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ یقیناً

وُہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے"

حضرت کعبؓ نے یہ سارا واقعہ بیان کرتے ہُوئے فرمایا

"غزوۂ تبوک کی تیاری کے زمانہ میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم جب کبھی مُسلمانوں سے شرکتِ جنگ کی اپیل کرتے تو مَیں اپنے دِل میں ارادہ کرلیتا تھا کہ چلنے کی تیاری کر دُوں گا پھر واپس آکر سُستی کر جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ابھی کیا ہے جب چلنے کا وقت آئے گا تو تیار ہوتے کیا دیر لگتی ہے اس طرح بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ لشکر کو چلنے دو مَیں ایک دو روز بعد راستے ہی میں اس سے جا ملوں گا مگر پھر وہ سُستی مانع ہُوئی حتیٰ کہ وقت نکل گیا۔

اس زمانہ میں جب کہ مَیں مدینہ میں رہا میرا دِل یہ دیکھ دیکھ کر کڑھتا تھا کہ مَیں پیچھے جن لوگوں کے ساتھ رہ گیا ہُوں جو یا تو منافق ہیں یا وہ ضعیف اور مجبُور لوگ جن کو اللہ نے معذور رکھا ہے۔

جب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تبوک سے واپس تشریف لائے تو حسبِ معمُول آپؐ نے پہلے مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھے اس مجلس میں منافقین نے آ آکر اپنے عذرات لمبی چوڑی قسموں کے ساتھ پیش کرنے شروع کیے۔ یہ ۸۰ سے زیادہ آدمی تھے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان میں سے ایک ایک کی بنا وٹی باتیں سُنیں ان کے ظاہری عذرات کو قبول کرلیا اور ان کے باطن کو خدا پر چھوڑ کر فرمایا

"خدا تمھیں معاف فرمائے"

پھر میری باری آئی مَیں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا آپؐ میری طرف دیکھ کر مُسکرائے اور فرمایا

"تشریف لائیے آپ کو کس چیز نے روکا تھا؟"

مَیں نے عرض کیا

"خُدا کی قسم اگر مَیں اہلِ دُنیا میں سے کسی کے سامنے حاضر ہُوا ہوتا تو ضرور

کوئی نہ کوئی بات بنا کر اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتا باتیں بنانی تو مجھے بھی آتی ہیں مگر آپ کے متعلق میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی جھوٹا عذر کر کے میں نے آپ کو راضی بھی کر لیا تو اللہ ضرور آپ کو مجھ سے پھر ناراض کر دے گا۔ البتہ اگر سچ کہوں تو چاہے آپ ناراض ہی کیوں نہ ہوں مجھے اُمید ہے کہ اللہ میرے لیے معافی کی کوئی صورت پیدا فرما دے گا واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے جسے پیش کر سکوں میں جانے پر پوری طرح قادر تھا"

اس پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

"یہ شخص ہے جس نے سچّی بات کہی۔ اچھا اٹھ جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تمھارے معاملے میں کوئی فیصلہ کرے"

میں اُٹھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں جا بیٹھا یہاں سب کے سب میرے پیچھے پڑ گئے اور مجھے بہت ملامت کی کہ تُو نے کوئی عذر کیوں نہ کر دیا یہ باتیں سُن کر میرا نفس بھی کچھ آمادہ ہونے لگا کہ پھر حاضر ہو کر کوئی بات بنا دوں۔ مگر جب مجھے معلوم ہُوا کہ دو اور صالح آدمیوں (مرارہؓ بن ربیع اور ہلالؓ بن اُمیّہ) نے بھی وہی سچّی بات کہی ہے جو مَیں نے کہی تھی تو مجھے تسکین ہو گئی اور مَیں اپنی سچّائی پر جما رہا۔

اس کے بعد نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عام حکم دے دیا کہ ہم تینوں آدمیوں سے کوئی بات نہ کرے وہ دونوں تو گھر بیٹھ گئے مگر مَیں نکلتا تھا جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں چلتا پھرتا تھا۔ اور کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سرزمین بدل گئی ہے مَیں یہاں اجنبی ہُوں اور اس بستی میں کوئی بھی میرا واقف کار نہیں مسجد میں نماز کے لیے جاتا تو حسبِ معمول نبی صلّی علیہ وسلّم کو سلام کرتا تھا مگر بس انتظار ہی کرتا رہ جاتا تھا کہ جواب کے لیے آپ کے ہونٹ جُنبش کریں۔ نماز میں نظریں چُرا کر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھتا تھا کہ

Marfat.com

آپؐ کی نگاہیں مجھ پر کیسی پڑتی ہیں۔ مگر وہاں حال یہ تھا کہ جب تک میں نماز پڑھتا آپؐ میری طرف دیکھتے رہتے اور جہاں میں نے سلام پھیرا کہ آپؐ نے میری طرف سے نظر ہٹائی۔ ایک روز میں گھبرا کر اپنے چچا زاد اور بچپن کے یار ابوقتادہؓ کے پاس گیا۔ اور ان کے باغ کی دیوار پر چڑھ کر انھیں سلام کیا مگر اس اللہ کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا ابوقتادہؓ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں خدا اور رسولؐ سے محبت نہیں رکھتا" وہ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا وہ پھر خاموش رہے تیسری مرتبہ جب میں نے قسم دے کر یہی سوال کیا تو انھوں نے بس اتنا کہا

"اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتا ہے۔"

اس پر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور میں دیوار سے اتر آیا۔ انھی دنوں ایک دفعہ بازار سے گزر رہا تھا۔ کہ شام کے نبطیوں میں سے ایک شخص مجھے ملا۔ اور اس نے شاہ غسان کا خط حریر میں لپٹا ہوا دیا میں نے کھول کر پڑھا۔ تو اس میں لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے تمہارے صاحب نے تم پر ستم توڑ رکھا ہے۔ تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو۔ نہ اس لائق ہو کہ تمہیں ضائع کیا جائے ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری قدر کریں گے۔"

میں نے کہا یہ ایک اور بلا نازل ہوئی اور اسی وقت اس خط کو چولہے میں جھونک دیا۔ چالیس دن اس حالت پر گزر چکے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں۔ جواب ملا نہیں۔ الگ رہو۔ چنانچہ میں نے بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اس معاملے کا فیصلہ کر دے۔

پچاسویں دن صبح کی نماز کے بعد میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اپنی جان سے بے زار ہو رہا تھا۔ کہ یکایک کسی شخص نے پکار کر کہا ـــ

"مبارک ہو کعبؓ بن مالک"

Marfat.com

مَیں یہ سنتے ہی سجدے میں گر گیا۔ اور مَیں نے جان لیا کہ میری معافی کا حکم ہو گیا ہے۔ پھر تو فوج در فوج لوگ بھاگے چلے آرہے تھے اور ہر ایک دوسرے سے پہلے پہنچ کر مجھ کو مبارکباد دے رہا تھا۔ کہ تیری توبہ قبول ہو گئی مَیں اُٹھا اور سیدھا مسجدِ نبوی کی طرف چلا دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا ہے مَیں نے سلام کیا تو فرمایا

"تجھے مُبارک ہو۔ یہ دن تیری زندگی میں سب سے بہتر ہے"

مَیں نے پُوچھا یہ معافی حضورؐ کی طرف سے ہے یا خُدا کی طرف سے؟ فرمایا خُدا کی طرف سے اور یہ آیات سُنائیں مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ مَیں اپنا سارا مال خُدا کی راہ میں صدقہ کر دُوں۔ فرمایا کچھ رہنے دو کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ مَیں نے اس ارشاد کے مطابق اپنا خیبر والا حصّہ رکھ لیا باقی سب صدقہ کر دیا پھر مَیں نے خُدا سے عہد کیا کہ جس راست گُفتاری کے صلے میں اللہ نے مجھے معافی دی ہے۔ اس پر تمام عمر قائم رہوں گا چنانچہ مَیں نے آج تک کوئی بات جان بُوجھ کر خلاف واقعہ نہیں کہی اور خُدا سے اُمید رکھتا ہُوں کہ آئندہ بھی مجھے اس سے بچائے گا"

یہ قصّہ اپنے اندر بہت سے سبق رکھتا ہے جو ہر مومن کے دل نشین ہونے چاہئیں۔ اس لیے بحوالہ تفہیم القرآن یہ اسباق پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) سب سے پہلی بات تو اس سے یہ معلوم ہُوئی کہ کفر و اسلام کی کشمکش کا معاملہ کس قدر اہم اور کتنا نازک ہے۔ کہ اس کشمکش میں کُفر کا ساتھ دینا تو درکنار جو شخص اسلام کا ساتھ دینے میں بدنیّتی سے بھی نہیں نیک نیّتی سے تمام عمر بھی نہیں کسی ایک مرتبہ ہی پر کوتاہی برت جاتا ہے اس کی بھی زندگی بھر کی عبادت گذاریاں اور دینداریاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں حتیٰ کہ ایسے عالی قدر لوگ بھی گرفت سے نہیں بچتے۔ جو بدر و اُحد اور احزاب و حُنین کے سخت معرکوں میں جانبازی کے جوہر دکھا چکے تھے۔ اور جن کا اخلاص و ایمان ذرّہ برابر بھی مشتبہ نہ تھا۔

Marfat.com

(۲) دوسری بات جو اس سے کچھ کم اہم نہیں یہ ہے کہ اداتے فرض میں تساہل کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ لبسا اوقات محض تساہل ہی تساہل میں آدمی کسی ایسے قصور کا مرتکب ہوجاتا ہے جس کا شمار بڑے گناہوں میں ہوتا ہے اور اس وقت یہ بات اسے پکڑ سے نہیں بچا سکتی کہ اس نے جو قصور کا ارتکاب کیا بدنیتی سے نہیں کیا تھا۔

(۳) پھر یہ قصہ اس سوسائٹی کی روح کو بڑی خوبی کے ساتھ ہمارے سامنے بے نقاب کرتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بنی تھی ایک طرف منافقین ہیں جن کی غداریاں سب پر آشکار ہیں مگر ان کے ظاہری عذر سن لیے جاتے ہیں اور درگزر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان سے خلوص کی امید ہی کب تھی۔ کہ اب اس کے عدم کی شکایت کی جاتی۔ دوسری طرف ایک آزمودہ کار مومن ہے جس کی جان نثاری پر شبہ تک کی گنجائش نہیں۔ اور وہ جھوٹی باتیں بھی نہیں بناتا۔ صاف صاف قصور کا اعتراف کرلیتا ہے۔ مگر اس پر غضب کی بارش برسا دی جاتی ہے نہ اس بنا پر کہ اس کے مومن ہونے میں کوئی شبہ ہوگیا ہے بلکہ اس بنا پر کہ مومن ہو کر اس نے وہ کام کیوں کیا جو منافقوں کے کرنے کا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ زمین کے نمک تو تم ہو تم سے بھی اگر نمکینی حاصل نہ ہوئی۔ تو پھر اور نمک کہاں سے آئے گا پھر لطف یہ ہے کہ اس سارے قضیہ میں لیڈر جس شان سے سزا دیتا ہے اور پیرو جس شان سے اس سزا کو بھگتتا ہے۔ اور پوری جماعت جس شان سے اس سزا کو نافذ کرتی ہے۔ اس کا ہر پہلو بے نظیر ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ کس کی زیادہ تعریف کی جائے لیڈر نہایت سخت سزا دے رہا ہے مگر غصے اور نفرت کے ساتھ نہیں گہری محبت کے ساتھ دے رہا ہے باپ کی طرح شعلہ بار نگاہوں کا ایک گوشہ ہر وقت یہ خبر دیے جاتا ہے کہ تجھ سے دشمنی نہیں ہے بلکہ تیرے قصور پر تیری ہی خاطر دل دکھا ہے۔ تو درست ہوجائے تو یہ سینہ تجھے چمٹا لینے کے لیے بے چین ہے۔ پیرو

Marfat.com

سزا کی سختی پر تڑپ رہا ہے مگر صرف یہی نہیں کہ اس کا قدم جادۂ اطاعت سے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ڈگمگاتا اور صرف یہی نہیں کہ اس پر غرورِ نفس اور حمیتِ جاہلیہ کا کوئی دورہ نہیں پڑتا۔ اور علانیہ استکبار پر اُتر آنا تو درکنار وہ دِل میں اپنے محبوب لیڈر کے خلاف کوئی شکایت تک نہیں آنے دیتا۔ بلکہ اس کے برعکس وُہ لیڈر کی محبت میں اور زیادہ سرشار ہوگیا ہے۔ سزا کے ان پُورے پچاس دِنوں میں اس کی نظریں سب سے زیادہ بے تابی کے ساتھ جس چیز کی تلاش میں رہیں وُہ یہ تھی کہ سردار کی آنکھوں میں وُہ گوشۂ التفات اس کے لیے باقی ہے یا نہیں جو اس کی اُمیدوں کا آخری سہارا ہے گویا وہ ایک قحط زدہ کسان تھا جس کا سارا سرمایۂ اُمید بس ایک ذرا سے ٹکڑا ابر پر تھا۔ جو آسمان کے کنارے پر نظر آتا تھا پھر جماعت کو دیکھیے تو اس کے ڈسپلن اور اس کی صالح اخلاقی اسپرٹ پر انسان عش عش کر جاتا ہے۔ ڈسپلن کا یہ حال کہ اِدھر لیڈر کی زبان سے بائیکاٹ کا حکم نکلا۔ اُدھر پُوری جماعت نے مجرم سے نگاہیں پھیرلیں۔ جلوت تو درکنار خلوت تک میں کوئی قریب سے قریب رشتہ دار اور کوئی گہرے سے گہرا دوست بھی اس سے بات نہیں کرتا۔ بیوی تک اس سے الگ ہو جاتی ہے خدا کا واسطہ دے دے کر پُوچھتا ہے کہ میرے خلوص میں تو تم کو شبہ نہیں ہے مگر وہ لوگ جو مدت العمر سے اس کو مخلص جانتے تھے صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے نہیں خُدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خلوص کی سند حاصل کرو۔ دُوسری طرف اخلاقی سپرٹ اتنی بُلند اور پاکیزہ کہ ایک شخص کی چڑھی ہُوئی کمان اترتے ہی مردار خوروں کا کوئی گروہ اس کا گوشت نوچنے اور اسے پھاڑ کھانے کے لیے نہیں لپکتا۔ بلکہ اس پُورے زمانۂ عتاب میں جماعت کا ایک ایک فرد اپنے اس معتوب بھائی کی مصیبت پر رنجیدہ اور اس کو پھر سے اُٹھا کر گلے لگا لینے کے لیے بے تاب رہتا ہے اور معافی

Marfat.com

کا اعلان ہوتے ہی لوگ دوڑ پڑتے ہیں کہ جلدی سے جلدی پہنچ کر اس سے ملیں اور اسے خوشخبری پہنچائیں یہ نمونہ ہے اس صالح جماعت کا جسے قرآن دُنیا میں قائم رکھنا چاہتا ہے۔

اس پس منظر میں جب ہم آیت (زیر بحث) کو دیکھتے ہیں تو ہم پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان صاحبوں کو اللہ کے دربار سے جو معافی ملی ہے اور اس معافی کے انداز بیان میں جو رحمت و شفقت ٹپکی پڑتی ہے۔ اس کی وجہ ان کا وہ اخلاص ہے جس کا ثبوت اُنھوں نے پچاس دن کی سخت سزا کے دوران دیا تھا اگر قصور کر کے وہ اکڑتے اور اپنے لیڈر کی ناراضی کا جواب غُصّے اور عناد سے دیتے اور سزا ملنے پر اس طرح بپھرتے جس طرح کسی خود پسند انسان کا غرورِ نفس زخم کھا کر بپھرا کرتا ہے اور مقاطعہ کے دوران میں ان کا طرزِ عمل یہ ہوتا کہ ہمیں جماعت سے کٹ جانا گوارا ہے مگر اپنی خودی کے بت پر چوٹ کھانا گوارا نہیں ہے اور اگر یہ سزا کا سارا زمانہ وُہ اس دوڑ دھوپ میں گزارتے کہ جماعت کے اندر بدظنی پھیلائیں اور بددل لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے ساتھ ملائیں تاکہ ایک جتھہ تیار ہو تو معافی کیسی اُنھیں تو بالیقین جماعت سے کاٹ پھینکا جاتا۔ اور اس سزا کے بعد ان کی اپنی مُنہ مانگی سزا ان کو یہ دی جاتی کہ جاؤ اب اپنی خودی کے بُت ہی کو پوجتے رہو۔ اعلاءِ کلمۃ الحق کی جدوجہد میں حصہ لینے کی سعادت اب تمھارے نصیب میں کبھی نہ آئے گی لیکن ان تینوں صاحبوں نے اس کڑی آزمائش کے موقع پر یہ راستہ اختیار نہیں کیا اگرچہ یہ بھی ان کے لیے کھلا ہوا تھا اس کے برعکس انھوں نے وہ روش اختیار کی جو ابھی آپ دیکھ آئے ہیں اور اس روش کو اختیار کر کے اُنھوں نے ثابت کر دیا کہ خُدا پرستی نے ان کے سینے میں کوئی بُت باقی نہیں چھوڑا جسے وہ پوجیں اور اپنی پُوری شخصیت کو انھوں نے راہِ خُدا کی جدوجہد میں جھونک دیا ہے۔ اور وُہ اپنی واپسی کی کشتیاں اس طرح جلا کر اسلامی جماعت میں آئے ہیں کہ اب یہاں سے پلٹ کر کہیں اور نہیں جا سکتے۔ یہاں کی ٹھوکریں کھائیں

Marfat.com

گے مگر یہیں مریں گے اور کھپیں گے کسی دوسری جگہ بڑی سے بڑی عزت بھی ملتی ہو تو یہاں کی ذلت چھوڑ کر اسے لینے نہ جائیں گے اس کے بعد اگر انہیں اٹھا کر سینے سے لگا نہ لیا جاتا تو اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی معافی کا ذکر ایسے شفقت بھرے الفاظ میں فرماتا ہے کہ

"ہم ان کی طرف پلٹے تاکہ وہ ہماری طرف پلٹ آئیں"

ان چند لفظوں میں اس حالت کی تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ آقا نے پہلے تو ان بندوں سے نظر پھیر لی۔ مگر جب وہ بھاگے نہیں بلکہ دلِ شکستہ ہو کر اسی کے در پر بیٹھ گئے تو ان کی شانِ وفاداری دیکھ کر آقا سے خود نہ رہا گیا جوشِ محبت سے بے قرار ہو کر وہ آپ نکل آیا تاکہ انہیں دروازے سے اٹھا لائے"

Marfat.com

راہِ حق کے تین اسیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانے میں ہر نماز کے بعد دعا فرمایا کرتے تھے۔

"اے اللہ سلمہؓ بن ہشام۔ عیاشؓ بن ابی ربیعہ اور ولیدؓ بن ولید کو مشرکین کے ظلم و ستم سے رہائی دلا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے تشریف لے جا چکے تھے اور راہِ حق کے یہ تین اسیر مکہ مکرمہ میں ابوجہل کے ہاتھوں اسیری کی بلا میں مبتلا تھے کیونکہ یہ تینوں ہی ابوجہل کے قریبی رشتہ دار تھے اور اسے ان کا اسلام گوارا نہ تھا۔

اس نے انھیں بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھڑی میں محبوس کر رکھا تھا اور کھانے پینے کے معاملے میں ان پر سخت دشواری اور تنگی پیدا کر دی تھی اللہ کے یہ نیک بندے بڑے صبر و ثبات کے ساتھ مصیبت کے دن گزار رہے تھے کہ ایک دن موقع پا کر ولیدؓ بن ولید کسی نہ کسی طرح وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور چھپتے چھپاتے مدینہ منورہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے آپؐ انھیں دیکھ کر بے حد

Marfat.com

خوش ہوئے اور سلمہؓ اور عیاشؓ کا حال دریافت فرمایا تو اُنھوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وُہ سخت مصیبت میں ہیں مشرکین نے دونوں کے پاؤں ایک بیڑی میں جکڑ رکھے ہیں اور ان پر نت نئے مظالم ڈھاتے ہیں"

آپؐ ان جانثاروں کا یہ دُکھ بھرا حال سُن کر رنجیدہ ہوئے اور صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا

"تم میں سے کون سلمہؓ اور عیاشؓ کو رہائی دلائے گا؟"

باقی صحابہؓ ابھی خاموش تھے کہ خود حضرت ولیدؓ یکایک کھڑے ہو گئے اور عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانثاری سے خوش ہوئے اور فرمایا

"اچھا تم ہی جاؤ اور مکہ پہنچ کر لوہار کے ہاں ٹھہرو وُہ اسلام قبول کر چکا ہے اس کی مدد سے چھپ کر سلمہؓ اور عیاشؓ سے ملو اور ان سے کہو کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تم دونوں میرے ساتھ چل پڑو"

حضرت ولیدؓ تعمیل ارشاد کے لیے مکہ پہنچے اور چُھپ کر لوہار کے ہاں پناہ لی۔ اور جب سارا معاملہ اس کے گوش گزار کیا تو اُس نے بتایا کہ مشرکین نے تمہارے فرار ہونے کے بعد یہ دستور بنا لیا ہے کہ سلمہؓ اور عیاشؓ کا قید خانہ بدلتے رہتے ہیں تاکہ فرار کی ہر کوشش ناکام ہوتی رہے۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ وُہ آج کل کہاں محبوس ہیں"

حضرت ولیدؓ خود بھی ان کے قید خانے کی ٹوہ میں تھے کہ ایک روز انھیں ایک عورت دکھائی دی جو سر پر کھانا رکھے کہیں جا رہی تھی۔ انھوں نے اس سے پوچھا

"اچھی بہن یہ کھانا کہاں لے کر جا رہی ہو"

وُہ اُن کو پہچانتی نہ تھی۔ اس لیے کہنے لگی

Marfat.com

"ہمارے دو آدمی سلمہؓ اور عیاشؓ صابی (بے دین) ہو گئے ہیں میں ان کے لیے یہ کھانا لے کر جا رہی ہوں"

حضرت ولیدؓ نے یہ ظاہر کیا کہ انھیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن جب وہ آگے بڑھ گئی تو چھپتے چھپاتے اس کے پیچھے پیچھے گئے اور وہ مکان دیکھ لیا جہاں یہ دونوں بند تھے۔ واپس آکر انھوں نے لوہار سے پوچھا کہ سلمہؓ اور عیاشؓ کی زنجیریں کاٹنے کی کوئی ترکیب بتاؤ اس نے کہا کہ زنجیر کے نیچے ایک مضبوط پتھر رکھنا اور اس کی ایک کڑی پر تلوار رکھ کر اس پر پتھر سے ضربیں لگانا۔ زنجیر آہستہ آہستہ خود ہی کٹ جائیں گی۔

حضرت ولیدؓ رات کی تاریکی میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اس مکان کی طرف روانہ ہو گئے جہاں سلمہؓ اور عیاشؓ قید تھے جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مکان کی چھت نہیں ہے صرف دیواریں ہی ہیں آپ آسانی سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے تو اندھیرے میں انھیں دیکھ کر اللہ کے دونوں بندے حیران رہ گئے۔ ولیدؓ نے لوہار کی بتائی ہوئی ترکیب سے ان کی زنجیریں توڑیں اور تینوں ہی دیوار پھاند کر باہر آگئے۔ انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفقت نے بے چین کر دیا تھا جنھوں نے مدینہ منورہ میں ان کی رہائی کے لیے دعائیں بھی کیں اور ولیدؓ کو بھی بھیجا تھا۔

ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی شام کو اپنا اونٹ مناسب جگہ پر باندھ دیا تھا۔ اس لیے قید خانہ سے نکل کر تینوں وہاں پہنچے اور اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی راہ لی۔

صبح کفار نے جب انھیں غائب پایا تو تلاش کے لیے اِدھر اُدھر پھیل گئے مگر ناکام رہے کیوں کہ یہ تینوں نہایت برق رفتاری سے بہت دور جا چکے تھے

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب ان تینوں جاں نثاروں کو اپنے سامنے پایا تو بے حد مسرور ہوئے اور حضرت ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خصوصی طور پر دعائے خیر کی۔

Marfat.com

جاؤ جنّت تمھاری منتظر ہے

غزوہ اُحد میں جب نازک لمحات آ گئے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھوڑے سے جانثار رہ گئے جنہیں دیکھ کر کفّار نے آپؐ کا نرغہ کر لیا اور اس موقع پر جب کفّار کا ایک گروہ آپؐ کے بالکل قریب آ پہنچا آپؐ نے اپنے جانثاروں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا

"اس گروہ کو کون روکے گا" حضرت وہبؓ بن قابوس قریب ہی تھے اُنھوں نے عرض کیا

"یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَیں اس کام کے لیے حاضر ہوں"

یہ کہہ کر تلوار لہرائی اور اس شدّت سے کفّار پر حملہ بول دیا کہ ان کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پیچھے ہٹ گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ آگے بڑھے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا

"کون ان کو روکے گا"

Marfat.com

حضرت وہبؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَیں حاضر ہُوں اور یہ کہہ کر اس شدّت سے تیراندازی کی کہ انھیں واپس لوٹنا پڑا۔ لیکن فوراً بعد ہی کفّار کا ایک تازہ دم گروہ آگے آگیا تو آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا۔

"کون ان کو روکے گا"

اس پر وہبؓ نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَیں حاضر ہُوں"

یہ سُن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا۔

"جاؤ جنّت تمھاری منتظر ہے"

یہ بشارت سُن کر ان پر کیف و سرور کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور ان کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔

"کسی کو نہ چھوڑوں گا اور نہ خود بچنے کی کوشش کروں گا"

اس کے بعد نہایت جوش کے عالم میں لشکر کفّار میں گُھس گئے اور بہت سُرعت سے تلوار چلاتے ہُوئے اس گروہ کے دوسری جانب پہنچ گئے۔ وہاں سے پھر پلٹے اور پھر تلوار چلاتے ہُوئے ان کے نرغہ میں آگئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کی جانبازی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

"الٰہی اس پر رحم کر"

کفّار نے اُنھیں نرغہ میں لے کر چاروں طرف سے تیروں کی بارش کی اور نیزے پھینکے حتّٰی کہ وُہ زخمی ہو کر زمین پر گر گئے اور موقع پاکر کفّار نے انھیں شہید کر کے ان کا مُثلہ کر دیا کیونکہ ان کے ہاتھوں بہت سے کفّار قتل ہُوئے تھے۔ ان کے جسم پر زخموں کے بیس بڑے بڑے نشان موجود تھے ___

محبُوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر جان نثار کرنے کا یہ حیرت انگیز

Marfat.com

اور ایمان افروز واقعہ مسلمانوں کے لیے قابلِ تقلید ہے۔
کاش! ہمارے اندر بھی ایمان کی پختگی کا یہ درجہ لہریں لیتا رہے۔

Marfat.com

آنکھیں ترستی رہیں

وُہ یمن کے خوش نصیب جوانِ رعنا تھے جن کے لیے محبوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اکثر فرمایا کرتے تھے۔ مجھے یمن سے اپنے دوست کی خوشبو آتی ہے۔ سیّد الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یہ محبوب جوان رعنا آپؐ کی زیارت سے ترستی آنکھوں کو شاد کام کرنے کے لیے اکثر بے قرار رہا کرتے تھے مگر جب یہ بے تابیاں بڑھ کر انھیں حد درجہ مضطرب کر دیا کرتی تھیں تو اللہ جلّ شانہٗ کا یہ فرمان دل کو سکون عطا فرماتا تھا کہ

"وُہ کون ہے جو مضطرب کی دُعائیں سُنتا ہے؟"

بس اللہ پاک سے دُعا کرتے تھے۔ کہ اپنے محبوبؐ کی دید سے شاد کام کر دے اور عین اس وقت محبوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی بھی یاد آجاتا تھا۔ کہ اگر تمھارے والدین میں سے کوئی اس قدر بے بس ہو جائے کہ اس کی دیکھ بھال کرنے والا تمھارے سوا کوئی دُوسرا نہ رہے تو حج کے لیے نہ آؤ اور جہاد پر بھی نہ جاؤ بلکہ ان کی خدمت کرتے رہو۔

وُہ جوان رعنا جن کا اسمِ گرامی تاریخ نے اویس قرنی بتایا ہے۔ اپنی ضعیف والدہ کی

Marfat.com

خدمت میں نہایت خلوص سے سرگرم رہا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے سوا اس ضعیفہ کا سنبھالنے والا کوئی اور نہ تھا۔ وُہ اپنے نورِ نظر کی زبانی اپنے محبُوب کی باتیں سُنا کرتی تھی جس سے اسے خوشی محسوس ہوتی تھی لیکن یہ سوچ کر اکثر پریشان ہوجایا کرتی تھی کہ اپنے پیارے بیٹے کی دلی خواہش کا احترام کرتی ہُوں تو یہاں بالکل یکہ وتنہا رہ جاتی ہُوں اور اگر اسے مسترد کرتی ہُوں تو بیٹے کی بے قراری بھی دیکھی نہیں جاتی۔ اسی کشمکش میں دِن گزرتے گئے حتیٰ کہ ایک دِن ضعیفہ نے اپنے خوش بخت فرزند سے نہایت نحیف آواز سے کہا

"بیٹا مَیں تمھیں اپنے حبیبؐ کی زیارت سے محروم نہیں رکھنا چاہتی۔ میرا خُدا حافظ ہے میری دیکھ بھال کا خود بندوبست کردے گا۔ تم صبح مدینہ شریف روانہ ہوجاؤ اور ایک ماہ کے اندر اندر واپس آجاؤ اس طرح تمھیں زیارت کے لیے وقت مل جائے گا اور مَیں جُوں تُوں کرکے یہ مہینہ پُورا کرلُوں گی۔ لیکن بیٹا دیکھنا ایک ماہ کے اندر اندر واپس آجانا۔ اس بات کا وعدہ کرکے روانہ ہوجاؤ۔"

بیٹے کے دِل میں خوشیوں کے چراغ جل اُٹھے۔ اور اس نے فرطِ محبت سے اپنی ضعیف والدہ کی پیشانی چوم لی۔

اویس قرنی منزلیں طے کرکے مدینہ منورہ پہنچے اور جب محبُوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق اُنھیں اطلاع ملی کہ آپؐ کسی غزوہ کے لیے مدینہ منورہ سے بہت دُور تشریف لے جاچکے ہیں تو اُنھیں ایک دھچکا سا محسوس ہُوا جیسے اُمیدوں کا چراغ ٹمٹمانے لگا ہو۔ اُنھیں محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عدم موجودگی سے مدینہ منوّرہ سنسان تو معلوم نہ ہُوا کیونکہ یہ دیارِ حبیبؐ تھا اور یہاں کی ہر چیز ان کے لیے محبُوب تھی مگر اپنے محبُوبؐ کے رُوئے انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ان کی بے تابی بڑھتی ہی رہی۔ وہ اس شہر کی گلیوں اور بازاروں میں پھرتے اور ایک ایک شخص سے سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اوصاف۔ اطوار اور عادات کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ مسجد نبویؐ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی روزمرہ زندگی اور معمولات معلوم کر کے اُس پیکرِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرتے تھے کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرۂ عائشہ رضؓ کے دروازے سے مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے تھے۔ اس مُبارک منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ اس جگہ صاحب جود و کرم مجلس لگا کر جلوہ فروز ہوتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ اس ماہ منوّر کے گرد ہالہ بنا کر بیٹھے تھے۔ بس اس قسم کے پیارے اور دلفریب تصورات میں ان کے شب و روز گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ والدہ کی طرف سے دی گئی رخصت کا وقت قریب آگیا اور محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ واپسی کی ابھی تک کوئی خبر نہ ملی تھی۔

آخر جس شام غم کا دھڑکا تھا۔ وہ آپہنچی۔ اب رخصت کی مدت پُوری ہونے والی تھی۔ لیکن ایک طرف والدہ کی خواہش کہ مدت مقررہ کے اندر اندر واپس پہنچا جائے اور دوسری طرف اپنی خواہش کہ محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شاد کام ہو کر برکات سے مالامال ہو جاؤں۔ اس لیے وُہ مدت ختم ہونے سے چند روز پہلے ہی بہت مضطرب ہو گئے اور مختلف خواہشات کی کشمکش نے اُنھیں حیران و درماندہ بنا دیا۔

آخر ان سب خواہشات پہ محبُوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان غالب آگیا کہ

"اگر والدہ کی خدمت کرنے والا کوئی دوسرا نہ ہو تو حج یا جہاد کے لیے نہ نکلو"

انھوں نے محبُوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا کیونکہ عشق کا تقاضا ہی یہ ہے۔ کہ اپنی خواہش کو اپنے محبوب کی خواہش کے تابع کر دیا جائے۔

وُہ اپنے محبوبؐ کی مدینہ منورہ واپسی سے پہلے ہی دِل مضطرب لیے واپس اپنی والدہ کے پاس آ گئے اور ان کی آنکھیں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو بدستور ترستی رہیں۔

Marfat.com

صحابہ کرامؓ کا اضطراب

صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط مسلمانوں کے اضطراب کا باعث تھیں کیونکہ ان کے مطابق دس سال کے لیے یہ امور طے کیے گئے تھے کہ :-

۱- اس عرصہ میں ایک دوسرے کے ہاتھ رُکے رہیں گے ۔

۲- مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر لوٹ جائیں آئندہ سال آئیں اور تین دن مکے میں رہ کر زیارت وطواف کریں شرط یہ ہے کہ وہ صرف تلواریں لے کر آئیں جو میانوں میں ہوں اور میان تھیلوں میں رہیں۔

۳- قریش کا کوئی آدمی اگر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائے گا۔ تو اسے قریش کی طلب پر واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی آدمی قریش کے پاس آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴- فریقین ایک دوسرے سے بدعہدی یا خیانت نہ کریں گے دلوں کی کدورتیں دلوں میں ہی رہیں گی ظاہر نہیں کی جائیں گی ۔

Marfat.com

۵ - قبائل عرب کو آزادی ہوگی کہ وہ فریقین کے معاہدہ میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ تعلقات قائم کرلیں ۔

یہ تحریر ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ قریش کے نمائندہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل رض جو مسلمان ہو چکا تھا۔ اور جسے اس کے غیر مسلم باپ نے بیڑیاں ڈال کر قید کر رکھا تھا۔ اسی حالت میں مکہ سے فرار ہو کر حدیبیہ میں آپہنچا۔ جو مسلمانوں کے لیے بے حد خوشی کا باعث تھا۔ لیکن سہیل نے اپنے بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تحریر مکمل نہیں ہوئی اس لیے اسے واپس نہیں کیا جائے گا اس پر سہیل نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر صلح کی بات پوری نہیں ہوسکتی۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میری خاطر اجازت دے دو کہ ہمارے پاس رہے تو سہیل نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر ابو جندل رض نے مغموم لہجے میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا

"بھائیو میں اتنی تکلیفیں برداشت کر چکا ہوں کیا اب بھی مجھے دشمن کے سپرد کر دو گے ۔"

اس کی یہ فریاد مسلمانوں کے دل میں تیر کی طرح اُتر گئی لیکن سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اَدب سے خاموش رہے اور آپ نے فرمایا

"ابو جندل رض صبر کر۔ اللہ جلد ہی تم لوگوں کے لیے کشائش کی کوئی صورت پیدا کر دے گا ۔"

ابو جندل رض کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں امیدوں کے چراغ بجھ گئے۔ آرزوؤں کی کلیں مسل دی گئیں مسلمانوں کے دل سے حسرت وغم اور دُکھ کا دھواں سا اٹھنے لگا۔ لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر خاموش رہے اور انھیں لب کشائی کی ہمت نہ ہوئی ۔

یوں تو کوئی بھی مسلمان معاہدہ کی ان دفعات سے راضی نہیں تھا لیکن ابو جندل رض والا واقعہ جلتی پر تیل کا کام کر گیا اور حضرت عمر رض بڑے جوش کے عالم میں حضرت ابوبکر رض کے پاس

پہنچے اور ان سے پُوچھا

"کیا ہمارے رسولؐ اللہ کے پیغمبرؐ نہیں ہیں ؟"

ابوبکرؓ نے جو مزاج شناس رسولؐ تھے۔ اور جنھیں یقین کامل تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی سے لکھی گئی تحریر یقیناً مسلمانوں کی بہتری کے لیے ہے۔ حضرت عمرؓ کے غم و غصہ کے جواب میں نہایت ملائمت سے جواب دیا

"کیوں نہیں "

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

"کیا ہم مسلمان نہیں ؟"

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

"کیوں نہیں"

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

"پھر دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں گوارا کی جارہی ہے ؟"

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

"عمرؓ اللہ کا دامن تھام لو۔ میں گواہی دیتا ہُوں کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں"

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

"میں بھی گواہی دیتا ہُوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں "

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسی جوش کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور ایسی ہی گفتگو کی مگر آپؐ نے نہایت سکون سے فرمایا

"میں اللہ کا بندہ ہُوں اور اس کا رسول ہُوں میں اُس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا "

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ

Marfat.com

"عالمِ اضطرار میں جو گفتگو میں نے کی اس پر مجھے سخت پشیمانی ہوئی میں برابر نمازیں پڑھتا۔ روزے رکھتا۔ صدقے دیتا اور غلام آزاد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے اُمید ہوئی کہ میرا معاملہ بخیر انجام پائے گا۔"

مسلمانوں کے غم و اندوہ کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ کو سر منڈوانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا تو وہ سب کے سب بے حس و حرکت بیٹھے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے لیے حرکت کرنا محال ہو گیا ہے آپؐ کو اپنے جانثاروں کی یہ حالت دیکھ کر صدمہ ہوا اور آپؐ مغموم ہو کر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے جہاں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضؓ سے فرمایا

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں نے حکم دیا اور اس کی تعمیل نہیں ہوئی۔"

اس پر ام المؤمنین رضؓ نے عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر صحابہ رضؓ غم و اندوہ کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہے ہیں تو آپؐ غمگین نہ ہوں اور خود حلق کرائیں (بال منڈوائیں) تاکہ آپؐ کی طرف دیکھ کر وہ بھی اس پر عمل شروع کر دیں۔"

آپؐ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور اپنے حجام خراش رضؓ بن اُمیہ بن فضل خزاعی کو طلب فرمایا اور جب صحابہ رضؓ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تراشتے دیکھا تو جیسے نیند سے بیدار ہوتے ہوں چونک اُٹھے اور پھر ایک دوسرے کا سر مونڈنے اور قربانیاں دینے لگے۔

اللہ پاک نے اس معاہدہ کو کھلی فتح فرمایا جسے آئندہ چند سال کے بعد صحابہ رضؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور حیران رہ گئے کہ جس نکتہ کو وہ حدیبیہ میں نہ سمجھ سکے۔ وہ اب کس قدر روشن اور عیاں تھے۔ قریش اور دوسرے قبائل سے مسلمانوں کے آزادانہ میل جول نے اسلام کو اس طرح پھیلایا جیسے بند ٹوٹ جانے کے بعد دریا کا پانی دُور

Marfat.com

دُور تک پھیل جاتا ہے۔ جنگ کے خطرات سے مطمئن ہو کر مسلمانوں کے لیے اشاعت دین کے ساتھ ساتھ اپنی مالی اور معاشرتی زندگی کو سنوارنے کا موقع بھی مل گیا جس کے بہت خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔

Marfat.com

آقا ـــ میں حاضر ہوں

شوال ۵ ہجری میں یہودیوں کے سردار سلام بن ابی الحقیق حُیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع خیبر کی ایک گڑھی میں جمع ہوئے اور ہوزہ بن قیس وائلی اور ابو عارہ وائلی کو بھی اپنے صلاح مشورے میں شریک کر کے یہ طے کر لیا کہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی پر اکسایا جائے نیز مدینہ میں موجود بنی قریظہ کو بغلی گھونسہ بن جانے پر آمادہ کر لیا جائے تاکہ مسلمان اندرونی اور بیرونی دباؤ کے تحت جنگ ہار جائیں اور ہم مدینہ میں اپنے چھوڑے ہوئے باغات قلعے اور کھیت دوبارہ حاصل کر سکیں انھوں نے ایک لائحہ عمل طے کر لیا اور دوسرے ہی دن یہودیوں کا ایک وفد سلام بن ابی الحقیق کی سرکردگی میں عازم مکہ ہو گیا۔

یہودی بڑے چرب زبان تھے اور قریش بھی مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے بیتاب تھے اس لیے جلد ہی مسلمانوں کے خلاف ایک سازش کا تانا بانا تیار کر لیا گیا اور بنو غطفان بھی تھوڑی سی ردو کد کے بعد اس سازش میں شریک ہونے پر آمادہ ہو گئے اس طرح مسلمانوں کے خلاف اس مشترکہ لشکر کی تعداد دس سے چوبیس ہزار تک جا پہنچی۔ جو عرب میں پہلی بار

Marfat.com

ایک جگہ جمع ہوئی تھی۔ جب کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ میں صرف تین ہزار مجاہد موجود تھے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی خبر سُن کر مدینہ منورہ کو محفوظ رکھنے کے لیے خندق کھُدوائی تھی تاکہ دشمن شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ چنانچہ جب یہ لشکر شہر کے قریب پہنچا تو خندق دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ عرب میں اس کا رواج نہ تھا اور عربوں کے لیے یہ ایک اچنبھا تھا دشمن کا لشکر خندق کے کنارے خیمہ زن ہو گیا اور اس نے طویل جنگ کی منصوبہ بندی کر لی۔

چھوٹی موٹی جھڑپیں۔ پتھراؤ اور تیر اندازی تو ہوتی رہی لیکن کھُلے میدان میں لڑنے کی نوبت نہ آئی۔ جب محاصرے نے طول پکڑا تو مُسلمانوں کے مصائب میں اضافہ کی رفتار بڑھ گئی سردی کی شدّت۔ غذائی قلت اور محاصرے کی طوالت کے علاوہ بنو قریظہ کی طرف سے معاہدہ امن کو توڑ دینے کی خبریں بھی گشت کرنے لگیں۔ جس سے بیرونی دشمنوں کے ساتھ ساتھ یہ لوگ بھی بغلی گھونسہ ثابت ہوئے۔

حالات کی اس نزاکت کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ کھجوروں کی پیداوار کا کچھ حصّہ دے کر بنو غطفان کو قریش سے توڑ لیا جائے لیکن مدینہ کے انصاری سردار حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ خُدا کا حکم ہے تو ہمیں انکار کی مجال نہیں لیکن اگر یہ رائے ہے تو جب ہم حالت کُفر میں تھے اس وقت بھی کسی کو ہم سے خراج طلب کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اب تو اسلام نے ہمارا پایہ بہت بلند کر دیا ہے اب ہم ایسی حالت میں کیونکر اس بات کو قبول کر سکتے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے مُبارک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ چند جانثار باہر پہرہ دے رہے تھے اتنے میں نعیم بن مسعود اشجعی حاضر ہوئے اور باریابی کی اجازت

Marfat.com

پاکر آپ کی خدمت میں عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہو چکا ہوں لیکن یہ بات کسی کے علم میں نہیں ہے۔ میں لشکرِ قریش میں جنگی مصلحتوں کے تحت حسن تدبیر سے تفرقہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تاکہ جنگ کا پانسہ بدل جائے میں صرف آپ کو اس کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

آپؐ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نعیمؓ اپنے مشن پر روانہ ہو گئے وہ بہت دانشمند دُور اندیش اور اثر و رسوخ والے تھے۔ اسلام کو انھوں نے نہایت خلوص سے قبول کیا تھا۔ وہ جنگ کی صُورت حال سے بھی بخوبی واقف تھے اس لیے بنو قریظہ کے سردار اور اپنے دوست کعب بن اسد کے پاس پہنچے اور مختصر سی گفتگو کے بعد نہایت راز دارانہ لہجے میں بولے۔

"میں نے سُنا ہے تم نے مُسلمانوں سے اپنا عہد و پیمان توڑ لیا ہے اور قریش اور غطفان سے تعلقات قائم کر لیے ہیں میں اس سلسلہ میں تمھیں ایک راز کی بات بتانے کے لیے آیا ہوں جس کا مجھے یقین ہے کہ اب ایسا ہو کر رہے گا۔"

کعب نے بے قراری سے کہا

"جلدی کہو کیا بات ہے"

نعیمؓ بولے

"قریش اور غطفان کے لوگ تو باہر سے آئے ہیں ان کے اہل و عیال اپنے گھروں میں محفوظ ہیں یہ لوگ یہاں سے لوٹیں گے تو اطمینان سے اپنے گھروں میں جا رہیں گے مگر تم لوگوں کو یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہے۔ تمھارے املاک اور اہل و عیال بھی یہاں ہی ہیں۔ اگر جنگ میں مُسلمان کامیاب ہو گئے تو یہ باہر سے آئے ہوئے لوگ اپنے گھروں میں جانے کے بعد تمھاری کیا مدد کر سکیں گے۔ اور اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ یہ لوگ محمد (صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلّم) اور ان کے ساتھیوں کو ختم کیے بغیر نہ جائیں گے۔"
بہتر یہ ہے کہ قریش اور غطفان کے کچھ آدمی بطور یرغمال طلب کرو جو اس بات کے ضامن ہوں کہ جب تک محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا فیصلہ نہ ہو گا یہ لوگ یہاں سے نہ جائیں گے میں خود چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے۔ میری اس تجویز پر عمل کرنے میں تمھاری بہتری ہے۔ کعب اور اس کے ساتھی اس تجویز پر نعیمؓ کے شکر گزار ہوئے اور نعیمؓ وہاں سے واپس لشکر قریش میں جا پہنچے۔

قریش کے سالار ابوسفیان سے ان کی دوستی تھی اس لیے جلد ہی ان کی ملاقات کا انتظام کر دیا گیا اور ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جن میں قریش اور غطفان کے اہل الرّائے شامل تھے۔ نعیمؓ سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ان سے پُوچھا کہ آپ کیسے آئے ہیں؟

نعیمؓ نے رازدارانہ لہجے میں کہا

"آپ حضرات کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ مَیں بھی مُسلمانوں کا اتنا ہی دشمن ہُوں جتنا آپ ہیں مَیں نے مُسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے اپنے طور پر بہت کچھ کیا ہے مَیں اس سلسلے میں بنو قریظہ کے پاس گیا ہُوں اور اب بھی وہاں سے ہی سیدھا یہاں آرہا ہُوں۔ وہ مُسلمانوں کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کو توڑ کر سخت پشیمان ہو رہے ہیں اُنھیں اندیشہ ہے کہ اگر غطفان اور قریش مُسلمانوں کا صفایا کیے بغیر یہاں سے روانہ ہو گئے تو وُہ (یہودی) سخت مصیبت میں مُبتلا ہو جائیں اس لیے انھوں نے طے کیا ہے کہ آپ لوگوں کی مدد صرف اس صُورت میں کریں جب آپ اپنے چند آدمی بطور یرغمال ان کے حوالے کر دیں جو اس امر کی ضمانت ہے کہ آپ مُسلمانوں کا خاتمہ کیے بغیر یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے یہ بات ان کی اس بے اعتمادی کو ظاہر کرتی ہے جو ان کے دل میں آپ کی جانب سے تھے ویسے بھی یہ بات آپ کی توہین کے مترادف ہے لیکن اس سے خطرناک بات

یہ ہے کہ وہ آپ کے ان یرغمالیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر کے ایک تیر سے دو شکار ماریں گے یعنی ان سے دوستی بھی کر لیں گے اور ان آدمیوں کی قیمت بھی وصول کر لیں گے اور یُوں آپ کو سخت مشکل میں مبتلا کر دیں گے۔ میرے خیال میں ان کی یہ شرط قبول کرنا آپ کے لیے سراسر نقصان کا باعث ہے۔"

ابوسفیان اور اس کے ساتھی یہ باتیں سُن کر دنگ رہ گئے اور ابوسفیان نے نہایت حسرت سے کہا

"کیا بنو قریظہ کو ہم پر اتنا بھی اعتماد نہیں رہا کہ ہم جو تین سو میل سے یہاں آگئے ہیں کچھ فیصلہ کیے بغیر ہی واپس چلے جائیں گے۔"

پھر طیش میں آکر بولا

"کیا انھوں نے ہمیں اس قدر بزدل اور گھٹیا سمجھ رکھا ہے کہ ہم سے یرغمال طلب کرنا چاہتے ہیں لات و ہُبل کی قسم ہم کسی صورت میں بھی ان کو یرغمال نہ دیں گے۔"

نعیمؓ کا تیر نشانے پر لگ چکا تھا اس لیے وہ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد ابوسفیان سے رخصت ہوئے اور سخت سردی اور تاریکی میں لمبا چکر کاٹ کر واپس مدینہ منورہ میں آگئے۔

ادھر ابوسفیان گہری سوچ میں کھو گیا اور کافی دیر کے بعد اس نے عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں قریش اور غطفان کے چند معززین کا ایک وفد کعب کی طرف روانہ کیا جو رات کی تاریکی اور موسم کی شدت میں کعب کے پاس پہنچا اور تھوڑی دیر تک جنگ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے بعد بولا

"اے بنو قریظہ کے سردار تم خوب جانتے ہو کہ ہم یہاں کے رہنے والے نہیں ہیں سخت سردی اور چارے اور خوراک کی کمی کی وجہ سے ہمارے اُونٹ اور گھوڑے

Marfat.com

ہلاک ہو رہے ہیں اور آدمی نحیف و نزار ہو چکے ہیں۔ اس لیے ان حالات میں زیادہ دنوں تک محاصرہ جاری رکھنا ہمارے لیے اب ممکن نہیں رہا — چنانچہ ہم نے طے کیا ہے کہ کل مسلمانوں پر انتہائی سخت حملہ کر کے اس طویل جنگ کو جلد ختم کر دیا جائے — ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ تم بھی تیار رہو تاکہ جب ہم باہر سے ہلہ بولیں تو تم اندر سے حملہ کر دو اس طرح مسلمان چکّی کے دو پاٹوں میں پس کر رہ جائیں۔"

کعب ان کی باتیں سُن کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور پھر بولا

"کل ہفتہ ہے جو ہمارے سبت کا دن ہے۔ اس دن ہم کوئی کام نہیں کرتے اس لیے ہم کل حملہ نہیں کر سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تک تم اپنے چند آدمی بطور یرغمال ہمارے حوالے نہیں کرتے ہم تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں لڑ سکتے۔ مبادا تم یہاں سے بغیر کسی نتیجہ کے واپس چلے جاؤ اور مسلمان ہمیں پیس کر رکھ دیں۔"

عکرمہ کو نعیمؓ کی باتیں یاد آگئیں جو انھوں نے ابوسفیان کے سامنے کی تھیں۔ وہ غصّہ میں آگیا اور بے اختیار بولا

"لات و ہُبل کی قسم ہم اپنا ایک آدمی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے اور تمھیں اس کے بغیر ہی جنگ میں ہمارا ساتھ دینا پڑے گا۔"

کعب نے بھنّا کر کہا

"ہمیں تمہاری کوئی بات قبول نہیں ہے۔"

اس طرح عکرمہ ناکام و نامراد واپس لشکر قریش میں آگیا اور مسلمانوں کے خلاف بنو قریظہ کا خطرہ ٹل گیا لیکن بعد میں مسلمانوں نے انھیں اس غدّاری اور بدعہدی کی سخت ترین سزا دی۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

آقاؐ۔ ہمیں صرف آپؐ درکار ہیں

غزوۂ حنین میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد لشکرِ اسلام نے جب جعرانہ میں پڑاؤ ڈالا تو سالارِ لشکر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین۔ حاضرین مؤلفۃ القلوب اور اپنے اتحادیوں میں داد و پیش کے لیے دربار منعقد کیا اور نومسلموں سمیت سب کو اس قدر نوازا کہ اہلِ مکہ پر ان نوازشات کی بارش دیکھ کر انصار کے چند نوجوانوں کی زبان پر شکوہ و شکایت کے الفاظ جاری ہوگئے اور وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"آخر وطن اور نسل کی محبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غالب آگئی ہے اس لیے ہمیں پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو نوازا جا رہا ہے حالانکہ حق کی خاطر جان لڑانے والے ہم ہیں ہماری تلواروں سے تو ابھی تک خون ٹپک رہا ہے لیکن داد و دہش کے لیے قریش کو منتخب کیا گیا ہے۔"

جب ان باتوں کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپؐ نے انصار کو اپنے خیمے میں جمع کرکے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

"کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ اور اللہ نے میرے ذریعے تمھیں ہدایت بخشی؟
تم منتشر و پراگندہ تھے اللہ نے میرے ذریعے تم میں اتفاق پیدا کیا؟
تم مفلس تھے اللہ نے میرے ذریعے سے تمھیں دولت مند بنایا؟"

انصار ہر بات پر کہتے جاتے تھے۔

"بے شک اللہ اور رسولؐ نے ہم پر احسان کیا"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"تم اس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہتے کہ :
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سب لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا تو ہم نے آپؐ کی تصدیق کی جب آپؐ کو گھر اور وطن سے نکال دیا تو ہم نے آپؐ کو پناہ دی جب آپؐ محتاج تھے تو ہم نے آپؐ کی امداد کی"

اور میں کہتا جاؤں گا کہ :-

تم سچ کہتے ہو۔ اے انصار
تم میرے شعار[1] ہو اور دوسرے لوگ وثار[2] ہیں
یا اللہ انصار پر رحم کر

انصار کے لبوں پر مہر خاموشی ثبت ہو چکی تھی۔ اور وہ بالکل ساکت وجامد بیٹھے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

اے انصار کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ :-

دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں ـــــ اور ـــــ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] شعار۔ کپڑے کی اس تہ کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ ملا ہوا ہو

[2] وثار۔ کپڑے کی اوپر کی تہ کو کہتے ہیں

Marfat.com

کو لے کر اپنے گھر جاؤ“

انصار دھاڑیں مار مار کر رونے لگے روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور رو رو کر پکار اُٹھے

” ہمیں صرف محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم درکار ہیں“
” آقا۔ ہمیں صرف آپ درکار ہیں“

عُسرت اور حسرت

۹ھ کے وسط میں جب شامی تاجروں نے اہلِ مدینہ منورہ کو بتایا کہ روم کا قیصر عنقریب یہاں حملہ کرے گا اس نے تیاریاں مکمل کر لی ہیں اور بس لشکر روانگی کے حکم کا منتظر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ہم انشاء اللہ رومیوں کو سرزمینِ عرب میں قدم نہیں بڑھانے دیں گے اور خود آگے بڑھ کر سرحد پر ان سے جنگ کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی آپؐ نے مسلمانوں کو طویل صحرائی سفر اور جہاد کی تیاری کا حکم دے دیا۔

ان دنوں عرب میں شدت کی گرمی تھی اور کھجوروں کے پکنے اور انھیں سنبھالنے کا موسم تھا۔ اس لیے اتنے طویل سفر پر جانے اور مدت دراز تک گھر سے غیر حاضر رہنے کا خیال اگرچہ انھیں پریشان کر رہا تھا لیکن محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں انھوں نے تیاریاں شروع کر دیں اس موقعہ پر مالی مدد کی اشد ضرورت تھی تاکہ عسکری تیاری کے لیے کسی قسم کی

Marfat.com

دِقت محسوس نہ ہو۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مالی قربانی کی ترغیب دی۔ تو انھوں نے اس قدر ایثار کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ انسانی ایسے نمونے پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے گھر کا سارا سامان پیش کر دیا حتیٰ کہ قمیص کے بٹن بھی اتار کر دے دیے حضرت فاروقِ اعظم رضؓ نے اپنا آدھا اثاثہ پیش کیا حضرت عثمان رضؓ ذوالنورین نے ایک ہزار دینار طلائی نوسو اونٹ اور ایک سو گھوڑے مع سازو سامان نذر کیے۔ حضرت عبدالرحمن رضؓ بن عوف نے چالیس ہزار چاندی کے درہم پیش کیے اور اس طرح دوسرے صحابہ رضؓ اور صحابیات رضؓ نے بھی ایثار و قربانی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بے دریغ حصہ لیا۔ بہت سی نیک بخت خواتین نے اپنے تمام زیور اتار کر دے دیے۔

لیکن جانثاروں میں ایسے تہی دامن اور مفلس اصحاب بھی شامل تھے جنھیں عسرت اور حسرت نے مضطرب کر دیا تھا۔ نہ ان کے پاس کوئی سواری تھی۔ جو اتنے طویل سفر کے لیے لازمی ہوتی ہے نہ زادِ راہ تھا نہ لڑائی کے لیے ضروری سامان تھا اور کوشش کے باوجود وہ ان میں سے کسی شے کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ تاہم جوشِ جہاد اور عشقِ رسول ؐ کی وجہ سے ان کے لیے گھر میں بیٹھ رہنا بھی ممکن نہ تھا۔ وہ جب دوسرے بھائیوں کو جہاد کی تیاری کرتے ہوئے دیکھتے تو آہ بھر کر رہ جاتے تھے۔ ان میں چند اصحاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہماری حالت آپؐ سے پوشیدہ نہیں ہمارے پاس سواری اور زادِ راہ کا کوئی بندوبست نہیں ہے اگر آپؐ اس سلسلہ میں ہماری مدد فرمائیں تو ہم بھی جہاد کی سعادت حاصل کریں۔"

لیکن لشکریوں کی تعداد زیادہ تھی اور سامان اور دیگر لوازمات کی بے حد کمی تھی اس لیے آپؐ نے ان سے معذرت کر لی اس پر وہ لوگ مایوسی و محرومی کی وجہ سے بے اختیار رونے

Marfat.com

لگے۔ یہ ان کے خلوص اور جوش ایمان کی نشانی تھی اللہ پاک کو ان کا یہ گریہ اس قدر پسند آیا کہ اس نے ارشاد فرمایا

"اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے کہ جب وہ تمھارے پاس آتے کہ تم ان کے لیے سواری کا انتظام کرو تو تم نے کہا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے یہ سن کر وہ پلٹ گئے اور خرچ میسر نہ آنے کے غم میں ان کے آنسو بہہ نکلے" (التوبۃ)

اسی گروہ میں قبیلہ مزنیہ کے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل بھی تھے جن کا لباس بھی بہت بوسیدہ تھا۔ انھیں روتے ہوئے دیکھ کر مدینہ کے ابن یمین رضی اللہ عنہ نے پوچھا

"بھائی کیوں روتے ہو؟"

جواب میں انھوں نے کہا

"میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں مگر نادار ہوں اور سواری تک کا بندوبست نہیں ہو سکا ہے"

اس پر ابن یمین رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک اونٹ اور کچھ کھجوریں ہدیۃً پیش کیں وہ بے حد مسرور ہوئے اور اس وقت لشکر اسلام کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جلد ہی اس سے جا ملے۔

Marfat.com

کیا میں منافق ہوں؟

مشہور صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بن ربیع تمیمی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو انھوں نے پوچھا

"حنظلہ رضی اللہ عنہ کیا حال ہے؟"

میں نے کہا

"اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا بتاؤں مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ میں نفاق کے مرض میں گرفتار ہو گیا ہوں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہو کر فرمایا

"سبحان اللہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو"

میں نے کہا

"درست کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا جنت اور دوزخ

Marfat.com

ہمارے سامنے ہیں اور ہم ان کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپؐ کی مجلس سے اُٹھ کر باہر آتے ہیں تو پھر بیوی بچوں اور جائدادوں کے قصوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور آپؐ کے ارشاد و تذکیر کو بھلا دیتے ہیں۔"

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

"خدا کی قسم یہ بات تو مجھے بھی پیش آتی ہے۔"

اس کے بعد مَیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ آپؐ کی خدمتِ اقدس میں پہنچ گئے۔ مَیں نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنظلہ منافق ہو گیا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

"کیا ہُوا؟"

مَیں نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپؐ ہمیں جنّت اور دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہمیں یُوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب آپؐ کے پاس سے اُٹھ کر جاتے ہیں تو پھر وہی بیوی بچّوں اور زمینوں کی دلچسپیوں میں کھو جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و ہدایات کا زیادہ حصّہ بھول جاتے ہیں۔"

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تمھاری ہمیشہ یہی حالت رہے جو میری مجلس میں ہوتی ہے تو فرشتے تمھارے بچھونوں

بستروں پر اور راستوں پر کھلم کھلا تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وقت وقت کی بات ہے (سَاعَةٌ وَسَاعَةٌ) یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔"

Marfat.com

سعادت مند بیٹی

حضرت سعدؓ الاسود۔ جو اپنے چہرے کی غیر معمولی سیاہ رنگت کی وجہ سے اسود (کالا) کے لقب سے مشہور تھے۔ نور ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ اور انھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمھاری بدصورتی اور سیاہ رنگت تمھیں جنت میں داخل ہونے سے ہرگز نہ روکے گی بشرطیکہ اللہ سے ڈرو۔ اور میری رسالت پر ایمان لاؤ اور اُنھوں نے آپؐ کی زبان مُبارک سے یہ ارشاد سُن کر فوراً اسلام قبول کر لیا تھا۔

ایک بار انھوں نے ایک مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی مجھے رشتہ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔ میں نے بہت جگہ پیغام دیے لیکن ہر کسی نے اسے ردّ کر دیا اور میں مایوس ہوتا رہا۔"

آپؐ نے ان کی یہ بات سُن کر فرمایا

Marfat.com

"سعد گھبراؤ نہیں تمہاری شادی کا میں خود بندوبست کرتا ہوں، تم اسی وقت عمرؓ بن وہب ثقفی کے گھر جاؤ اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حضرت سعد الاسودؓ خوشی خوشی عمروؓ بن وہب کے گھر کی طرف چل دیئے جو تھوڑے دن ہی پہلے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کے مزاج میں ابھی تک زمانہ قدیم کی سختی موجود تھی۔ حضرت سعدؓ نے جب ان کے گھر جا کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا تو ان کی زمانہ جاہلیت کی سختی بروئے کار آئی اور انھوں نے سعدؓ کو بڑی حیرت سے دیکھا کہ ایک کالا شخص ان کی بیٹی کا رشتہ چاہتا ہے۔ انھوں نے طیش میں آ کر صاف انکار کر دیا اور انہیں نہایت سختی سے واپس چلے جانے کے لیے کہا۔ لیکن سعادت مند لڑکی نے جو حضرت سعدؓ اور اپنے باپ کی ساری گفتگو سن چکی تھی۔ دروازے پر آ کر حضرت سعدؓ کو پکارا اور کہا

"اللہ کے بندے واپس آؤ اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا رشتہ میرے ساتھ طے کر دیا ہے تو میں بخوشی تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں۔ کیونکہ جس بات میں اللہ اور اس کے رسولؐ راضی ہیں میں بھی اس میں راضی ہوں۔"

حضرت سعدؓ دور جا چکے تھے اس لیے شاید وہ لڑکی کی بات نہ سن سکے اور انھوں نے واپس جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سارا ماجرا کہہ سنایا

حضرت سعدؓ تو چلے گئے تھے لیکن اس خوش بخت لڑکی نے اپنے باپ سے کہا۔

"ابا جان اس سے پہلے کہ اس انکار کی وجہ سے اللہ آپ کو رسوا کر دے آپ اپنی نجات کی کوشش کیجیے کیونکہ آپ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پرواہ نہیں کی ہے اور ان کے ایلچی کے ساتھ مناسب

Marfat.com

سلوک نہیں کیا ہے۔"

حضرت عمرؓ بن وہب اپنی لڑکی کی یہ بات سن کر بہت نادم ہوئے اور سیدھے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے انھیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"تم ہی نے میرے بھیجے ہوئے آدمی کو لوٹایا تھا"

عمرؓ نے عرض کی

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے آپ کے بھیجے ہوئے آدمی کو واپس لوٹا دیا لیکن یہ غلطی لاعلمی میں ہوئی کیونکہ میں انھیں جانتا نہ تھا۔ اس لیے مجھے ان کی بات پر یقین نہ آیا آپ مجھے معاف فرما دیں میں بخوشی اپنی لڑکی کی شادی ان سے کرتا ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا رحمت تھے انھوں نے حضرت عمرؓ کے عذر کو قبول فرمایا اور حضرت سعدؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا

"سعدؓ میں نے تمہارا نکاح بنت عمرؓ سے کر دیا اب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔"

وہ خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہو کر بازار گئے تاکہ اپنی بیوی کے لیے کچھ تحفے خریدیں لیکن ابھی کچھ بھی نہ خریدنے پاتے تھے۔ کہ انھوں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ کے شہسوارو۔ جہاد کے لیے تیار رہو جاؤ اور جنت کی بشارت ہو۔"

سعدؓ اگرچہ جوان تھے اور نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ بیوی کا منہ تک نہ دیکھا تھا دل میں ہزاروں امنگیں بے چین تھیں لیکن منادی کی آواز سن کر جوش ایمان تمام جذبات پر غالب آگیا۔ انھوں نے جہاد کو ازدواجی رنگینیوں پر ترجیح دی جنگ کے لیے سامان خریدا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو کر غزوہ کے لیے پہنچے جہاں نہایت جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے

Marfat.com

مُبلّغ اور میزبان

۱۲ــــ بعثت میں بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مدنی مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اُنھیں قرآن مجید پڑھانے اور دین کی باتیں سکھانے کے لیے ایک معلّم و مُبلّغ کو ذمّہ دار بنا کر ہمارے ساتھ روانہ کیا جائے تاکہ وہ ہمارے پاس رہ کر دین کی تبلیغ کرتے رہیں۔ جس پر آپؐ نے حضرت مُصعبؓ بن عمیرؓ کو یہ ذمّہ داری سونپی۔ جو قبول اسلام سے پہلے مکّے کے سب سے زیادہ خوش پوش رئیس تھے۔ اور شہزادوں کی سی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پا کر حضرت مُصعبؓ مدینہ شریف چلے گئے جہاں اُنھیں حضرت اسدؓ بن زُرارہ نے اپنا مہمان بنا لیا۔ یہ صاحب خود پُرجوش اور نوجوان مسلمان تھے اور بیعت عقبہ میں اُنھوں نے تقریباً مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ حضرت مُصعبؓ نے ان کے مکان کو تبلیغی مرکز بنا کر اپنا کام شروع کر دیا اور وہاں سے دین اسلام کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلنے لگی۔ اگرچہ ان کی مساعی اور ذاتی کردار نے اوس و خزرج کے گھرانوں میں بیسیوں چراغ روشن کر دیے تھے لیکن سرداران قوم ابھی تک اس ضیائے حق سے ناآشنا تھے۔ اس لیے اسلام

Marfat.com

تیزی سے پھیلنے نہ پایا۔

ایک روز حضرت اسعدؓ حضرت مصعبؓ کو ساتھ لے کر بنی ظفر اور بنو عبدالاشہل کے محلّوں کی طرف چلے گئے اور وہاں بنی ظفر کے ایک باغ میں بئر مرق (کنوئیں) کی منڈیر پر بیٹھ گئے جہاں کئی دوسرے مسلمان بھی جمع ہو گئے اتنے میں کسی نے بنو عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ کو جا کر بھڑکایا کہ مسلمان تمہارے آدمیوں کو بھڑکا رہے ہیں یہ بات سُن کر سعد بن معاذ کو سخت طیش آیا اور انھوں نے چاہا کہ وہاں جا کر ان لوگوں کو نکل جانے کے لیے کہیں مگر جب انھیں معلوم ہُوا کہ وہاں ان کے خالہ زاد بھائی اسعدؓ بن زُرارہ بھی موجود ہیں تو رُک گئے اور اپنے چچا زاد بھائی اُسیدؓ بن حُضیر سے کہا کہ تم وہاں جاؤ اور ان لوگوں کو منع کر دو کہ وہ ہمارے محلّوں میں آ کر لوگوں کو گمراہ نہ کیا کریں۔ مَیں خود وہاں اس لیے نہیں جانا چاہتا مبادہ اسعدؓ سے کوئی تلخ کلامی ہو جائے اور ہمارے تعلقات بگڑ جائیں۔

اُسید نے جو خود بھی سردار قوم اور پُر جوش نوجوان تھے۔ اپنا نیزہ اُٹھایا اور بئر مرق کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت اسعدؓ بن زُرارہ نے انھیں آتے دیکھا تو مُبلّغ اسلام حضرت مصعبؓ سے کہا کہ یہ قبیلہ اوس کے سردار ہیں آج اگر یہ اللہ کا پیغام سُن کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو قبیلہ اوس میں اسلام پھیلنے کی رفتار بڑھ جائے گی حضرت مصعبؓ نے انھیں یقین دلایا کہ مَیں اپنی پُوری کوشش کروں گا پھر جو اللہ کو منظور ہوا اُسید نے وہاں پہنچتے ہی نہایت ترشروئی سے کہا

"مصعبؓ! اگر تم نے ہمارے کمزور آدمیوں کو بھڑکانا بند نہ کیا تو تمھارے ساتھ سختی کی جائے گی بہتر یہی ہے کہ ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور پھر کبھی اِدھر آنے کی جرأت نہ کرنا۔"

حضرت مصعبؓ خود بھی رئیس زادے تھے۔ اگر زمانہ جاہلیت میں کوئی ایسی ترشروئی سے پیش آتا تو اس سے لڑ پڑتے مگر اسلام کی شیرینی نے انھیں متحمل مزاج اور شیریں بیان

Marfat.com

بنادیا تھا اس لیے نہایت دھیمے انداز میں فرمایا

"میرے بھائی تھوڑی دیر تک میرے پاس بیٹھو۔ میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اگر پسند آئیں تو قبول کر لینا ورنہ آپ کو اختیار ہے کہ رد کر دیں۔"

حضرت مصعبؓ کی رس بھری بات سن کر اُسید رُک گئے اور وہیں منڈیر پر بیٹھ کر ان کی بات سننے لگے حضرت مصعبؓ کی زبان سے اسلام کی کلیوں جیسی اُجلی شہد جیسی میٹھی اور عطر جیسی خوشبودار تعلیم اور قرآن مجید کی پُرتاثیر آیات، سن کر ان کے اندر ایک زبردست انقلاب کی لہریں اُٹھنے لگیں اور بے اختیار پکار اُٹھے۔

"کیسا پیارا دین ہے کیسا پیارا اور بلند مرتبہ کلام ہے، میں تمھاری باتیں سن کر خود کو ایک بدلا ہوا انسان پاتا ہوں۔"

ابنِ ہشام نے حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

"میں اور مصعبؓ نے اس موقع پر اُسیدؓ بن حُضیر کے چہرے پر عجیب سی رونق اور بشاشت دیکھی۔ ان کا اندازِ کلام دیکھ کر ہم سمجھ گئے کہ وہ اسلام سے متاثر ہو گئے ہیں ہم نے انھیں غسل کرنے اور پاک کپڑے پہننے کی تلقین کی وہ غسل کر کے اور لباس تبدیل کر کے آئے تو انھیں کلمہ شہادت پڑھوایا اور حلقہ اسلام میں داخل کر لیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھوائی۔"

حضرت اُسیدؓ نے اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد حضرت مصعبؓ سے کہا

"ہمارا ایک اور سردار ابھی اسلام سے ناآشنا ہے اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو ان شاء اللہ سارا قبیلہ ہی مسلمان ہو جائے گا۔ کیونکہ ساری قوم اس کی بات مانتی ہے میں اسے تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔"

حضرت اُسیدؓ جب واپس سعد بن معاذ کے پاس پہنچے اور انھوں نے پوچھا کہ کیا کر کے

آئے ہو تو اُس نے بتایا کہ میں نے ان دونوں آدمیوں سے بات کی لیکن ان سے کوئی خطرہ محسوس نہ ہُوا میں نے اُنھیں اپنے محلّے میں آنے سے روکا تو انھوں نے کہا کہ ہماری بات سن لیں پھر تمھیں اختیار ہے جو کام تمھیں ناپسند ہو وُہ ہم نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر حضرت اُسیدؓ تھوڑی دیر کے لیے رُکے اور پھر بولے

"ابھی ابھی میں نے سنا ہے بنی حارثہ کے لوگ اسعدؓ بن زرارہ کو قتل کرنے کے لیے نکلے ہیں اور وجہ صرف یہ ہے کہ وُہ آپ کے خالہ زاد بھائی ہیں دراصل اُسے قتل کر کے وُہ آپ کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں"

حضرت اُسیدؓ کی زبانی یہ دہشت ناک خبر سُن کر سعد آگ بگولا ہو گئے اور نیزہ سنبھالتے ہوئے بئرمرق کی طرف نہایت تیزی سے روانہ ہو گئے۔

حضرت اسعدؓ نے جب سعد کو آتے دیکھا تو حضرت مُصعبؓ سے مخاطب ہو کر کہا

"یہ سردار قوم ہیں ان کی بات کوئی رد نہیں کرتا اگر انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو سارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا"

سعد نے جب دیکھا کہ اسعدؓ اور مُصعبؓ نہایت مزے سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور بنی حارثہ کا کوئی آدمی وہاں موجود نہیں تو اُسیدؓ کی چال سمجھ گئے کہ مجھے یہاں بھیج کر ان کی بات سنوانا چاہتے ہیں سعد تیزی سے ان کے پاس پہنچے اور کہا اسعدؓ اگر ہمارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو میں دیکھ لیتا کہ مجھے زبردستی باتیں سنوانے کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

حضرت اسعدؓ تو خاموش رہے لیکن حضرت مصعبؓ بولے

"آپ ذرا ہماری بات سن لیں اگر پسند آئے تو مان لیں ورنہ رد کر دیں۔ اور ہم پھر دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے"

حضرت مصعبؓ کی معقول اور میٹھی بات سُن کر سعد وہیں بیٹھ گئے اور بولے

"کہو کیا کہنے ہو"

Marfat.com

حضرت مصعبؓ نے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور سورہ الزخرف یا حٰمٓ کی چند آیات سنائیں جنھیں سن کر سعد کے چہرے پر نرمی اور بشاشت کے آثار نمودار ہوئے اور انھوں نے پوچھا کہ تمھارے دین میں شامل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ اس پر انھیں بتایا گیا کہ غسل کرنے کے بعد پاک کپڑے پہن کر آجائیں جب وُہ اس کام سے فارغ ہو کر واپس آتے تو انھیں کلمہ شہادت پڑھانے کے بعد دو رکعت نماز پڑھائی گئی۔

اَب سعدؓ واپس اپنے قبیلے میں پہنچے اور انھیں جمع کر کے پُوچھا۔ کہ مَیں تمھارے نزدیک کیسا ہُوں۔ سب نے کہا آپ ہمارے سردار۔ عاقل اور اہل الرائے ہیں اس پر سعدؓ بولے۔

"تو پھر سُن لو جب تک تم اللہ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے مَیں کسی مرد یا عورت سے بات نہ کروں گا۔"

ان کا یہ اعلان سُن کر تقریباً سارا قبیلہ اسی دن مُسلمان ہوگیا۔

دِلوں کی کدُورت جاتی رہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے اگرچہ اسلام کی برکت سے اوس اور خزرج کے باہمی جھگڑے دب گئے تھے لیکن پھر بھی ایک دوسرے کے محلوں میں جانے سے گھبراتے تھے۔ جب آپؐ نے قبا میں قیام فرمایا تو مدینے سے خزرج کے لوگ وہاں جاتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ کیونکہ آپؐ کے میزبان حضرت کلثومؓ بن الہدم کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ لیکن یہ حجاب اور رکاوٹ اپنی جگہ موجود تھی تاہم آپؐ کے شوقِ دیدار نے خزرج کے لوگوں کو بے چین کر دیا اور وہ نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر دوسرے دن قبا میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آمد سے بہت خوش ہوئے لیکن جب اس مقدس گروہ میں حضرت اسعدؓ بن زرارہؓ کو نہ پایا تو دریافت فرمایا کہ اسعدؓ کہاں ہیں جواب میں وہاں موجود قبیلہ اوس کے چند جلیل القدر صحابہؓ نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسعدؓ نے جنگِ بعاث میں ہمارے ایک سردار

بتسل بن حارث کو قتل کر دیا تھا اس لیے وہ یہاں آنے میں خطرہ محسوس کرتے ہیں۔"

حضرت اسعدؓ تو عاشقِ رسولؐ تھے۔ اور اپنے محبوب کو قریب تر پا کر کبھی ان کی دید سے محروم رہنے کا تصور تک نہ کر سکتے تھے لیکن ماضی کے اوراق ان کی راہ میں رکاوٹ بن چکے تھے۔ وہ دن بھر سوچتے رہے اور شام ہوتے ہی انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ہر قیمت پر آقاؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا چنانچہ شب کی تاریکی پھیلتے ہی انھوں نے اپنے چہرے پر کپڑا لپیٹا تاکہ پہچان نہ لیے جائیں اور شرف دید کا جذبہ لیے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثار کو سامنے دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے اور انھیں رات بھر اپنے ہی پاس قیام کرنے کی دعوت۔ چنانچہ حضرت اسعدؓ رات بھر آقاؐ کی خدمت میں حاضر رہے اور علی الصبح واپس لوٹ گئے لیکن کسی کو ان کے آنے اور جانے کی خبر نہ ہوئی دوسرے دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اوس کے حضرت سعدؓ بن خشیمہ اور عبدالمنذر کے بیٹوں مبشر اور رفاعہؓ سے فرمایا

"میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اسعدؓ بن زرارہ کو پناہ دو"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سن کر ان تینوں جانثاروں نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بسر و چشم آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کریں گے"

چنانچہ اس کی تکمیل کے لیے حضرت سعدؓ بن خشیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھے سیدھے حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر پہنچے اور انھیں بڑی محبت سے اپنے ساتھ لیے اپنے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں آ گئے۔ جب قبیلے کے دوسرے معززین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کا علم ہوا تو وہ سب آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بصد ادب عرض کیا۔

Marfat.com

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم سب اپنے بھائی اسعدؓ بن زُرارہ کو پناہ دیتے ہیں وُہ جب چاہیں بلا کسی خوف و خطر کے یہاں آسکتے ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سُن کر بہت مسرور ہوئے اور ان کے لیے دُعائے خیر کی اس کے بعد سے حضرت اسعدؓ بن زُرارہ بلا جھجک آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور یوں دِلوں کی کدُورتیں دُور ہوگئیں۔

Marfat.com

اہلِ خندق کی دعوت

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ

ہم لوگ خندق کھود رہے تھے (یہ جنگِ احزاب کا واقعہ ہے جو ۵ ہجری میں ہوئی تھی) کہ ایک سخت چٹان سامنے آگئی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ خندق میں ایک بڑا سخت پتھر سامنے آگیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خندق میں اترتا ہوں چنانچہ آپ کدال لے کر کھڑے ہوئے اس وقت آپ کے شکم مبارک پر (بھوک کی شدت کی وجہ سے) ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ ہم لوگ تین دن سے خندق کھود رہے تھے، اور کوئی چیز ہمارے منہ میں نہیں گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال سے چٹان پر ضرب لگائی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر جانے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی۔ میں نے گھر جا کر اپنی اہلیہ سے کہا کہ آج میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ میں اب صبر کی تاب نہیں رہی ہے کیا گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا کہ تھوڑے سے جَو اور بکری کا بچہ موجود ہے میں نے بکری کا بچہ ذبح

Marfat.com

کیا اور اس کا گوشت ہانڈی میں ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیا بیوی نے جَو پیسے اور آٹا گوندھا پھر مَیں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ میرے ہاں تشریف لاکر ما حضر تناول فرمائیں آپؐ نے دعوت قبول کر لی اور مہاجرین وانصار کو آواز دی کہ اے اہلِ خندق آج جابرؓ نے تمھیں کھانے کی دعوت دی ہے پس تم لوگ جلدی سے تیار ہو جاؤ ساتھ ہی آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور نہ روٹی تنور سے نکالے ۔ مَیں سخت پریشان ہُوا ۔ اور اپنے جی میں کہا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک جمِ غفیر کو ایک صاع جَو اور بکری کے ایک بچّے پر لا رہے ہیں میں نے گھر جاکر بیوی سے کہا کہ آج تُو نے مجھے رسوا کر دیا ۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سارے اہلِ خندق کو ساتھ لے کر کھانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں بیوی نے پُوچھا کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تم سے کچھ پُوچھا تھا مَیں نے کہا ہاں آپؐ نے دریافت فرمایا تھا ۔ کہ تمھارے پاس کتنا کھانا ہے بیوی نے کہا اللہ اور اللہ کا رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم زیادہ جانتے ہیں پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم صحابہؓ سمیت تشریف لائے آپؐ روٹی توڑ کر ثرید بنا کے چمچے سے گوشت ڈالتے ۔ اور گوشت سے روٹیوں کو ڈھک دیتے آپؐ برابر اس طرح کرتے ہوئے روٹیاں لوگوں کو پیش کرتے رہے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور آپؐ بھی ـــــ لیکن کھانا پھر بھی بچ رہا اَب آپؐ نے میری بیوی سے فرمایا کہ تو بھی کھا اور لوگوں کو بھی بھیج کیونکہ لوگ بھُوک میں مبتلا ہیں "

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جن لوگوں نے اس موقع پر کھانا کھایا ان کی تعداد ایک ہزار تھی ۔

حضرت انسؓ کا عشقِ رسولؐ

محترم مصنف "رحمت دارین کے سو شیدائی" لکھتے ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد (آپؐ کے وصال کے بعد) ان (حضرت انسؓ) کو ہر وقت تڑپاتی رہتی تھی۔ ان کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر نہ ہو۔ عہد رسالتؐ کا کوئی واقعہ کسی سے سننے یا خود بیان کرتے تو آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور شدت تاثر سے آواز بھرا جاتی کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اپنے آپ پر قابو نہ رہتا اور سخت بے چینی کے عالم میں مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے جب تک گھر جا کر تبرکات نبویؐ کی زیارت نہ کر لیتے چین نہ آتا۔ ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کر رہے تھے۔

"میں نے کبھی کوئی ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں دیکھا اور نہ کوئی خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے زیادہ خوشبودار سونگھی"

اسی طرح بیان کرتے کرتے فرط محبت سے اتنے بے قرار ہوئے کہ گریہ طاری ہو گیا

Marfat.com

اور زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آ گئے

"قیامت کے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت نصیب ہوگی تو عرض کروں گا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپؐ کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے۔"

خوش نصیب خاتون

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لے جانے کے بعد انصار مدینہ کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنی بیوہ خواتین کا نکاح آپ سے مشورہ کیے بغیر نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک انصاری سے آپ نے فرمایا کہ اپنی بیوہ بیٹی کا نکاح مجھے کرنے دو۔ انھوں نے فوراً عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو آپ کا خصوصی انعام اور کرم ہوگا کہ اس سلسلے میں میری پریشانی دور ہو جائے گی آپ نے فرمایا میں خود تو اس سے نکاح کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپ کس سے میری بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا

"جلیبیب کے ساتھ"

اُنھوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس معاملے میں اپنی اہلیہ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ تم مشورہ کرلو۔

انصاری بارگاہِ نبوّت سے رخصت ہو کر جب اپنی بیوی کے پاس پہنچے اور اسے یہ بات بتائی تو اس کے چہرے پر تکدر کے آثار نمودار ہوئے وہ جانتی تھی کہ جلبیبؓ ایک تو پست قد ہیں اور دوسرے خوبصورت نہیں ہیں اس لیے وہ اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دینے کے لیے راضی نہ ہوئی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ جلبیبؓ بہت مزاحیہ طبیعت کے مالک تھے اور کبھی کبھی اس میں زیادتی بھی کر جاتے تھے حتّٰی کہ بعض اوقات خواتین سے بھی مزاح کی باتیں کر جاتے تھے حالانکہ وہ نیک سیرت اور پاکیزہ کردار کے آدمی تھے دونوں میاں بیوی یہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کی بیوہ بیٹی نے یہ ساری گفتگو سن لی اور جب اسے معلوم ہوا کہ میرے والدین رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مشورے پر عمل کرنے میں تذبذب کا شکار ہو گئے ہیں تو اس نے بڑی جرأت سے کام لیا وہ مومنہ تھی اور مومن تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سب سے بڑھ کر چاہنے والا ہوتا ہے۔ اس نے اپنے والدین سے مخاطب ہو کر کہا

"کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ جب اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان کو اس میں چون چرا کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اگر آپ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کو رد کرنا چاہتے ہیں تو میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی آپ مجھے ان کے حوالے کر دیں وہ مجھے کبھی ضائع نہ ہونے دیں گے میری مرضی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مرضی کے تابع ہے اور مجھے آپؐ کا ارشاد ہر حال میں قبول ہے"

جب لڑکی کے والد نے جب حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا واقعہ سنایا تو آپؐ لڑکی کی جرأت ایمانی پر بہت خوش ہوئے اور اس کے لیے دعا کی۔

"الٰہی اس لڑکی پر خیر کی بارش برسا۔ اور اس کی زندگی کو کدلا اور مکدّر نہ کر"

اس کے بعد ایک موقع پر حضرت جلبیبؓ سے فرمایا

"میں فلاں لڑکی سے تمہارا نکاح کرتا ہوں"

انھوں نے عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ مجھے کھوٹا پائیں گے"

آپؐ نے فرمایا

"نہیں تم خدا کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو"

اس کے بعد آپؐ نے حضرت جلیبیبؓ کا نکاح اس بیوہ خاتون سے کر دیا آپؐ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی گھریلو زندگی کو جنت بنا دیا اور وہ نہایت آسودہ حال ہو گئے۔

اہل سیر نے لکھا ہے کہ انصار میں کوئی عورت اس خاتون سے بڑھ کر امیر اور شاہ خرچ نہ تھی۔

حضرت جلیبیبؓ ایک غزوہ میں سات مشرکین کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم کو اپنے مبارک ہاتھوں پر اٹھایا اور قبر کھدوا کر اپنے دست مبارک سے ان کی تدفین فرمائی اور انھیں غسل نہیں دیا۔ زہے نصیب۔

Marfat.com

جانثار کی فراست

مصنف "الرحیق المختوم" لکھتے ہیں کہ کعب بن اشرف یہودیوں میں وہ شخص تھا۔ جسے اسلام اور اہلِ اسلام سے نہایت سخت عداوت اور جلن تھی۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچایا کرتا تھا اور آپؐ کے خلاف جنگ کی کھلم کھلا دعوت دیتا پھرتا تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنو نبہان سے تھا اور اس کی ماں قبیلہ بنو نضیر سے تھی یہ بڑا مالدار اور سرمایہ دار تھا۔ عرب میں اس کے حسن و جمال کا شہرہ تھا۔ اور یہ ایک معروف شاعر بھی تھا۔ اس کا قلعہ مدینے کے جنوب میں بنو نضیر کی آبادی کے پیچھے واقع تھا۔ اسے جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور سردارانِ قریش کے قتل کی پہلی خبر ملی تو بے ساختہ بول اٹھا۔ کیا واقعتہً ایسا ہوا ہے؟ یہ عرب کے اشراف اور لوگوں کے بادشاہ تھے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو مار لیا ہے تو روئے زمین کا شکم اس کی پشت سے بہتر ہے۔

اور جب اسے یقینی طور پر اس خبر کا علم ہو گیا تو اللہ کا یہ دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو اور دشمنانِ اسلام کی مدح سرائی پر اتر آیا۔ اور انھیں مسلمانوں

Marfat.com

کے خلاف بھڑکانے لگا جب یوں بھی اس کے جذبات آسودہ نہ ہوئے تو سوار ہو کر قریش کے پاس پہنچا۔ اور مطلب بن ابی وداعہ سہمی کا مہمان ہوا پھر مشرکین کی غیرت بھڑکانے، ان کی آتش انتقام تیز کرنے اور انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آمادہ جنگ کرنے کے لیے اشعار کہہ کہہ کر ان سرداران قریش کا نوحہ و ماتم شروع کر دیا جنھیں میدان بدر میں قتل کیے جانے کے بعد کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا۔ مکے میں اس کی موجودگی کے دوران ابوسفیان اور مشرکین نے اس سے دریافت کیا کہ ہمارا دین تمھارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کا؟ اور دونوں میں سے کون سا فریق زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ کعب بن اشرف نے کہا تم لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ اور افضل ہو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"تم نے انھیں نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصّہ دیا گیا ہے کہ وہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہیں۔"

کعب بن اشرف یہ سب کچھ کر کے مدینہ سے واپس آیا تو یہاں آکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتوں کے بارے میں واہیات اشعار کہنے شروع کر دیے اور اپنی زبان درازی اور بدگوئی کے ذریعے سخت اذیت پہنچائی۔

یہی حالات تھے جن سے تنگ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے۔"

اس کے جواب میں محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ۔ عبادہ رضی اللہ عنہ بن بشر۔ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ جن کا نام سلکان بن سلامہ تھا۔ اور جو کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ حارث رضی اللہ عنہ بن اوس اور ابو عبس رضی اللہ عنہ بن جبر نے اپنی خدمات پیش کیں اس مختصر سی کمپنی کے کمانڈر محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ تھے۔

Marfat.com

کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں روایات کا حاصل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے تو محمدؓ بن مسلمہ نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اُنھوں نے عرض کیا تو آپؐ مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہہ سکتے ہو۔ (مقصد یہ تھا کہ آپؐ کے خلاف کچھ کہنا پڑے گا)۔

اس کے بعد محمدؓ بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس تشریف لے گئے اور بولے

"اس شخص نے (اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ طلب کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال رکھا ہے۔"

کعب نے کہا

"واللہ ابھی تم لوگ اور بھی اُکتا جاؤ گے۔"

محمدؓ بن مسلمہ نے کہا

"اب جب کہ ہم اس کے پیروکار بن ہی چکے ہیں تو مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں جب تک یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اچھا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ دے دیں۔"

کعب نے کہا

"میرے پاس کچھ رہن رکھو۔"

محمدؓ بن مسلمہ نے کہا

"آپ کون سی چیز پسند کریں گے؟"

کعب نے کہا

"اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔"

Marfat.com

محمدؓ بن مسلمہ نے کہا

"بھلا ہم اپنی عورتیں آپ کے پاس کیسے رہن رکھ دیں جب کہ آپ عرب کے سب سے خوبصورت انسان ہیں"

اس نے کہا

"تو پھر اپنے بیٹوں کو ہی رہن رکھ دو"

محمدؓ بن مسلمہ نے کہا

"ہم اپنے بیٹوں کو کیسے رہن رکھ دیں ؟ اگر ایسا ہو گیا تو انھیں گالی دی جائے گی کہ یہ ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رہن رکھا گیا تھا۔ یہ ہمارے لیے عار کی بات ہے۔ البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں"

اس کے بعد دونوں میں طے ہو گیا کہ محمدؓ بن مسلمہ (ہتھیار لے کر) اُس کے پاس آئیں گے۔

ادھر ابونائیلہؓ نے بھی اسی طرح کا اقدام کیا یعنی کعب بن اشرف کے پاس کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کے اشعار سُنتے سناتے رہے پھر بولے

"بھئی ابن اشرف میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اسے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اسے آپ ذرا صیغۂ راز میں ہی رکھیں گے"

کعب نے کہا

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا"

ابونائیلہؓ نے کہا

"بھئی اس شخص (اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) کی آمد تو ہمارے لیے آزمائش بن گئی ہے سارا عرب دشمن ہو گیا ہے سب نے ہمارے خلاف اتحاد کر لیا ہے ہماری راہیں بند ہو گئی ہیں اہل و عیال برباد ہو رہے ہیں جانوں پر

Marfat.com

بن آئی ہے ہم اور ہمارے بال بچے مشقتوں سے چُور چُور ہیں اس کے بعد انہوں نے کچھ اسی ڈھنگ کی گفتگو کی جیسی محمدؓ بن مسلمہ نے کی تھی۔ دوران گفتگو ابونائلہؓ نے یہ بھی کہا کہ میرے کچھ رفقاء ہیں جن کے خیالات بھی بالکل میرے ہی جیسے ہیں میں انھیں بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہُوں آپ ان کے ہاتھ بھی کچھ بیچیں اور ان پر احسان کریں۔

محمدؓ بن مسلمہ اور ابونائلہؓ اپنی اپنی گفتگو کے ذریعے اپنے مقصد میں کامیاب رہے کیونکہ اسکے بعد ہتھیار اور رفقاء سمیت ان دونوں کی آمد پر کعب بن اشرف چونک نہیں سکتا تھا۔ اس ابتدائی مرحلے کو مکمل کر لینے کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۳ ہجری کی چاندنی رات کو یہ مختصر سا دستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہُوا آپؐ نے بقیع غرقد تک ان کی مشایعت فرمائی پھر فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ اے اللہ ان کی مدد کرنا"

پھر آپؐ اپنے گھر پلٹ آئے اور نماز و مناجات میں مشغول ہو گئے۔

ادھر یہ دستہ کعب بن اشرف کے قلعے کے دامن میں پہنچا تو ابونائلہؓ نے قدرے زور سے آواز دی۔ آواز سن کر وُہ ان کے پاس آنے کے لیے اُٹھا تو اُس کی بیوی نے ۔ جو ابھی نئی نویلی دُلہن تھی ۔ کہا۔

"اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ ۔ میں ایسی آواز سُن رہی ہُوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے"

کعب نے کہا

"یہ تو میرا بھائی محمدؓ بن مسلمہ اور میرا دُودھ کا ساتھی ابونائلہؓ ہے کریم آدمی کو اگر نیزے کی مار کی طرف بلایا جائے تو اس پکار پر بھی وُہ جاتا ہے"

اس کے بعد وہ باہر آگیا خوشبو میں بسا ہُوا تھا اور سر سے خوشبو کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔

Marfat.com

ابونائلہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب وُہ آجائے گا تو مَیں اُس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تم دیکھنا کہ مَیں نے اُس کا سر پکڑ کر اُسے قابو کر لیا ہے۔ تو اس پر پل پڑنا۔ اور اسے مار ڈالنا۔

چنانچہ جب کعب آیا تو کچھ دیر تک باتیں ہوتی رہیں پھر ابونائلہ نے کہا ابن اشرف کیوں نہ شعب عجوز تک چلیں ذرا آج رات باتیں کی جائیں اس نے کہا اگر تم چاہتے ہو تو چلتے ہیں۔ اس پر سب لوگ چل پڑے اثناء راہ میں ابونائلہؓ نے کہا آج جیسی عمدہ خوشبُو تو مَیں نے کبھی سونگھی ہی نہیں یہ سُن کر کعب کا سینہ فخر سے تن گیا کہنے لگا۔ میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبُو والی عورت ہے ابونائلہؓ نے کہا اجازت ہو تو ذرا آپ کا سر سُونگھ لوں وُہ بولا ہاں ہاں ابونائلہؓ نے اس کے سر میں اپنا ہاتھ ڈالا پھر خود بھی سُونگھا اور ساتھیوں کو بھی سُونگھایا

کچھ اور چلے تو ابونائلہؓ نے کہا بھئی ایک بار اور کعب نے کہا ہاں ہاں ابونائلہؓ نے پھر وہی حرکت کی یہاں تک کہ وُہ مطمئن ہو گیا اس کے بعد کچھ اور چلے تو ابونائلہؓ نے پھر کہا بھئی ایک بار اور۔ اس نے کہا ٹھیک ہے اَب کی بار ابونائلہؓ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈال کر ذرا اچھی طرح پکڑ لیا تو بولے لو اللہ کے اس دشمن کو اتنے میں اس پر کئی تلواریں پڑیں۔ لیکن کچھ کام نہ دے سکیں۔ یہ دیکھ کر محمدؓ بن مسلمہ نے جھٹ اپنی کدال لی اور اس کے پیٹ پر لگا کر چڑھ بیٹھے کدال آر پار ہو گئی اور اللہ کا یہ دشمن وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حملے کے دوران اس نے اتنی زبردست چیخ لگائی تھی کہ گرد و پیش میں ہلچل مچ گئی تھی اور کوئی قلعہ ایسا باقی نہ بچا تھا جس پر آگ روشن نہ کی گئی ہو۔ (لیکن ہُوا کچھ بھی نہیں)

کارروائی کے دوران حضرت حارثؓ بن اوس کو بعض ساتھیوں کی تلوار کی نوک لگ گئی تھی جس سے وُہ زخمی ہو گئے تھے اور ان کے جسم سے خُون بہہ رہا تھا چنانچہ واپسی میں جب یہ دستہ حرّہ عریض پہنچا تو دیکھا کہ حارثؓ ساتھ نہیں ہیں اس لیے سب لوگ وہیں رُک گئے

Marfat.com

تھوڑی دیر کے بعد حارثؓ بھی ان کے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے آن پہنچے وہاں سے لوگوں نے انھیں اٹھا لیا اور بقیع غرقد پہنچ کر اس زور کا نعرہ لگایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سنائی دیا آپؐ سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے اسے مار لیا ہے چنانچہ آپؐ نے بھی اللہ اکبر کہا پھر جب یہ لوگ آپؐ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپؐ نے فرمایا

"یہ چہرے کامیاب رہیں"

ان لوگوں نے کہا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کا چہرہ بھی"

اور اس کے ساتھ ہی طاغوت (کعب بن اشرف) کا سر آپؐ کے سامنے رکھ دیا۔ آپؐ نے اس کے قتل پر اللہ کی حمد و ثنا کی اور حارثؓ کے زخم پر لعابِ دہن لگا دیا جس سے وہ شفایاب ہو گئے اور آئندہ کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

Marfat.com

اجازت اور سلام

حضرت سعدؓ بن عبادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور خزرج کے سردار تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوبؓ کے مکان میں جلوہ فرما ہوئے تو سب سے پہلے جو کھانا آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا وہ حضرت زیدؓ بن ثابت کی طرف سے تھا جسے آپؐ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مل کر کھانے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ کی طرف سے ثرید اور گوشت سے بھرا ہوا ایک بڑا دیگچہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

ایک روز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے حضرت سعدؓ بن عبادہ کے ہاں تشریف لے گئے اور معمول کے مطابق دروازے کے دائیں طرف کھڑے ہو کر السلام علیکم و رحمۃ اللہ یا سعدؓ پکارا۔ حضرت سعدؓ اپنے آقا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیر متوقع آواز سن کر فرطِ محبت سے بے تاب ہو گئے اور اس شیریں آواز اور سلامتی کی دعا کو ایک بار پھر سننے کے لیے انھوں نے دانستہ اس قدر آہستہ جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اسے فرسُن سکے۔ اس لیے آپؐ نے دوسری بار بھی اسی طرح سلام کیا اور سعدؓ نے بھی حسبِ سابق بڑی دھیمی آواز سے اس کا جواب دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ سُن سکے۔ حضرت سعدؓ کے فرزند ارجمند حضرت قیسؓ جو اس وقت اپنے والد بزرگوار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بولے

"اباجان آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر تشریف لانے کی اجازت کیوں نہیں دیتے"

اس پر حضرت سعدؓ نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار سلام کہنے سے ہم پر برکتیں نازل ہوں گی۔ اور میں اس لیے آہستہ آہستہ جواب دے رہا ہوں تاکہ آپؐ اسے سُن نہ سکیں اور سلام کہتے رہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ عادت مبارکہ تیسری دفعہ السلام علیکم کہہ کر جب واپس روانہ ہوئے تو جانثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ دوڑتے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آہستہ آہستہ جواب دے رہا تھا تاکہ آپؐ بار بار سلام فرمائیں"

حضرت سعدؓ کی یہ بات سُن کر آپؐ نے تبسم فرمایا اور ان کے گھر تشریف لے گئے حضرت سعدؓ نے آپؐ کے لیے غسل کا انتظام کیا چنانچہ آپؐ نے غسل فرمایا اس کے بعد حضرت سعدؓ نے آپؐ کی خدمت میں موٹے کپڑے کی ایک چادر پیش کی جو زعفران میں رنگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس کو اپنے جسم مبارک پر لپیٹا اور دونوں مبارک ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی

"الٰہی اپنی رحمت اور مہربانی سعد پر نازل فرما"

اس کے بعد آپؐ نے وہاں کھانا کھایا اور جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے اپنے گدھے کی پشت پر چادر بچھوائی اور اپنے بیٹے حضرت قیسؓ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ جاؤ۔ جب آپؐ اس پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو قیسؓ سے فرمایا کہ میرے ساتھ تم بھی اس گدھے پر سوار ہو جاؤ لیکن انھوں نے ادب کے خیال سے عذر کیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا سوار ہو جاؤ یا واپس جاؤ اس پر بھی حضرت قیسؓ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس گدھے پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپس اپنے گھر لوٹ گئے۔

Marfat.com

کیا مانگوں؟

حضرت ربیعہؓ بن کعب اسلمی نے اپنے خلوص اور حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جس پر دوسرے رشک کیا کرتے تھے ۔ وہ اصحابِ صفہ میں سے تھے اور اپنا زیادہ وقت خدمتِ نبویؐ میں گزارتے تھے ۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ ـــ

میں ہر وقت آستانہ نبویؐ پر پڑا رہتا تھا ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر کے اندر تشریف لے جاتے تھے تو میں آپؐ کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا اور بہت دیر تک آپؐ کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہ اور اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین اور سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ کہتے ہوئے سنتا رہتا یہاں تک کہ میں تھک جاتا تو لوٹ آتا یا نیند غالب آجاتی تو وہیں سو رہتا ۔ آپؐ نے مجھ کو اس طرح خدمت کرتے دیکھا تو ایک دن مجھ سے فرمایا کہ اے ربیعہ بن کعب مجھ سے مانگ میں تجھے دوں گا ۔

میں نے آپؐ سے سوچنے کی مہلت مانگی ۔ تو آپؐ نے دے دی ۔ میں نے سوچا کہ یہ دنیا ختم اور زائل ہونے والی ہے اور مجھے دنیا میں اتنا رزق ضرور مل جائے گا جو میرے

Marfat.com

لیے کفایت کرے گا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی آخرت کے لیے سوال کروں گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بہت بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے چنانچہ آپؐ نے جب مجھ سے دوبارہ کچھ مانگنے کے لیے فرمایا اور میں نے آپؐ سے آخرت کی بھلائی کے لیے دُعا کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا اے ربیعہ تمھیں ایسا کرنے کا مشورہ کس نے دیا؟ میں نے قسم کھا کر کہا کہ مجھ کو کسی دوسرے نے ایسا مشورہ نہیں دیا بلکہ یہ بات خود میرے دل سے اُٹھی ہے کہ میں آپؐ سے اپنی آخرت کا سوال کروں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سوال پُورا کرنے کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی مجھے حکم دیا کہ کثرت سجود کے ساتھ میری امداد کر۔

حضرت ربیعہؓ کی شادی کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کچھ زمین عطا فرمائی تاکہ گزراوقات کا ذریعہ بن سکے۔ یہ زمین اس زمین کے ساتھ تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملکیت تھی۔ ایک دفعہ حضرت ربیعہؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے درمیان کھجور کے ایک تنے کی ملکیت پر تنازعہ ہوگیا جس کے دوران حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت ربیعہؓ کو کوئی سخت بات کہی لیکن جلد ہی اُنھیں اس کا احساس ہوگیا اور انھوں نے حضرت ربیعہؓ سے کہا کہ اے ربیعہؓ تم بھی مجھے ایسی ہی بات کہہ لو تاکہ میں آخرت کے حساب سے محفوظ رہوں۔

حضرت ربیعہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے مرتبہ سے خُوب واقف تھے اس لیے اُنھوں نے ایسی بات کہنے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ ان کا مقصد حل نہیں ہورہا ہے تو اُنھوں نے کہا اگر تم ایسا نہیں کرتے تو میں یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا اس پر حضرت ربیعہؓ نے ان سے التجا کی کہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچائیں بلکہ یہاں ہی ختم کر دیں مگر حضرت صدیق اکبرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوگئے۔

حضرت ربیعہؓ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیے اتنے میں ان کے قبیلے کے چند آدمی

Marfat.com

وہاں آنکلے اور جب انھیں اس معاملہ کی خبر ہوئی تو بولے یہ عجب معاملہ ہے۔ کہ سخت بات بھی خود کہی اور اب شکایت کرنے بھی خود ہی جا رہے ہیں۔

حضرت ربیعہ رضؓ نے ان کو ڈانٹتے ہوئے کہا

"تم اس معاملے میں دخل نہ دو۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ غار ہیں اور انھوں نے تم لوگوں کو اس طرح میری حمایت کرتے دیکھا تو غضب ناک ہو جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غضب ناک دیکھا تو آپ کو بھی غصہ آ جائے گا اور ان دونوں کے غصے سے اللہ تعالیٰ کا غصہ بھڑک اُٹھے گا اور ربیعہ تباہ ہو جائے گا۔"

یہ سن کر سب لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے اور حضرت ربیعہ رضؓ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پیچھے پیچھے بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو گئے جہاں دونوں نے اپنی اپنی عرضداشت پیش کی تو آپؐ نے فرمایا

"ربیعہؓ تم نے اچھا کیا کہ ابوبکر رضؓ کو کوئی سخت بات نہیں کہی تم اب یوں کہہ دو کہ اے ابوبکر رضؓ۔ اللہ آپ کی مغفرت کرے۔"

حضرت ربیعہ رضؓ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت ابوبکر رضؓ کے لیے مغفرت کی دُعا کی تو حضرت صدیقِ اکبر رضؓ پر رقت طاری ہو گئی اور وہ زار زار رونے لگے۔

Marfat.com

قرض اَدا کردو

حضرت عبداللہ رضؓ بن ابی حدرد — حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایک جانثار مگر بہت غریب آدمی تھے ایک بار اُنھوں نے کسی یہودی سے چار درہم قرض لیے لیکن تنگدستی کی وجہ سے وقت پر ادا نہ کرسکے یہودی سے صبر نہ ہوسکا اور اس نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ان کی شکایت کر دی جس پر آپؐ نے حضرت عبداللہ رضؓ کو حکم دیا کہ یہودی کا قرضہ ادا کردو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خدا کی قسم میرے پاس اتنا نہیں ہے کہ مَیں اس کا قرض ادا کرسکوں لیکن آپؐ نے دوبارہ یہی حُکم دیا کہ یہودی کا قرض ادا کردو عبداللہ رضؓ نے دوبارہ قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس رقم نہیں ہے اس لیے قرض ادا کرنے سے قاصر ہُوں۔ مَیں اس یہودی سے کہہ چکا ہُوں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم کو خیبر بھیجنے والے ہیں مجھے اُمید ہے وہاں سے کچھ نہ کچھ مالِ غنیمت ضرور ملے گا اس لیے جب خیبر سے آؤں گا تو اس کا قرض ادا کر دُوں گا۔

اس پر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تیسری بار فرمایا

"اے عبداللہ اس کا حق اسے دے دو"۔

یہ بات حضرت عبداللہ رضؓ بھی خوب جانتے تھے کہ جب آپؐ کسی بات کو تین بار فرمادیتے تھے۔ تو اس سے رجوع نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے حضرت عبداللہ رضؓ اس یہودی کو اپنے ساتھ لے کر بازار کی طرف روانہ ہوئے اس وقت ان کے سر پر ایک مختصر سا عمامہ تھا اور ایک چادر بطور تہ بند باندھے ہوتے تھے۔ انھوں نے بازار پہنچ کر عمامہ کو چادر کی جگہ باندھا اور چادر یہودی کو دے کر کہا تم یہ چادر مجھ سے خرید لو۔

اس نے چار درہم میں یہ چادر رکھ لی اور یوں اس کا قرض ادا ہوگیا اتنے میں ایک بوڑھی عورت وہاں سے گزری اور اس نے حضرت عبداللہ رضؓ کو اس حالت میں دیکھ کر کہا۔

"اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی آپ کی یہ کیا حالت ہے"؟

انھوں نے ساری بات سُنائی تو خاتون نے اپنی چادر اتار کر ان کے حوالے کر دی اور کہا یہ میری طرف سے ہدیہ قبول کرو۔ انھوں نے خاتون کا شکریہ ادا کیا اور چادر لے کر باندھ لی۔

Marfat.com

مالِ غنیمت

حضرت واثلہ رضؓ بن اسقع کنانی ان پریشان حال لوگوں میں شامل تھے جو غزوہ تبوک کے لیے لشکر میں ہزار امنگوں کے باوجود اس لیے شرکت نہ کر سکے کہ آپؐ کے پاس سواری اور زادِ راہ نہ تھا۔ اور تنگدستی کی وجہ سے اس کا انتظام بھی نہ کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے ان چیزوں کے حصول کے لیے مدینہ منورہ سے اپنے وطن تک سفر بھی کیا مگر وہاں سے بھی ناکام ہی لوٹے اور جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اس سے اور بھی صدمہ ہوا اور بے تاب ہو کر مدینہ کی گلیوں میں دیوانہ وار چکر کاٹتے اور روتے ہوئے کہتے جاتے تھے

"کوئی اللہ کا بندہ مجھے میرے مالِ غنیمت کے بدلے تبوک لے چلے۔"

لیکن کہیں شنوائی نہ ہوتی تھی کیونکہ پیچھے رہ جانے والے سب تنگدست و غریب لوگ تھے جو ان کی مدد کرنے کے قابل نہ تھے۔ حسنِ اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری جانثار بھی ابھی تک تبوک کے لیے رخصت نہ ہو سکے تھے۔ اور اب روانہ ہونے والے

تھے انھوں نے واثلہؓ کو روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ آخر اس رونے کی وجہ کیا ہے آپ نے بتایا کہ تبوک جانے کی آرزو بے چین کر رہی ہے انصاری نے کہا

"میں تبوک جانے والے لشکر میں شریک ہونے کے لیے روانہ ہو رہا ہوں تم فکر نہ کرو میں تم کو بھی اپنے ساتھ لے چلوں گا اپنی سواری پر بٹھاؤں گا اور تمھیں اپنے کھانے میں بھی شریک کروں گا تم اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرو اور جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

حضرت واثلہؓ تو سفر کے لیے پہلے ہی تیار بیٹھے تھے فوراً ان کے شریکِ سفر ہو گئے۔ انصاری نے ان سے اپنے حقیقی بھائیوں جیسا سلوک کیا اور راستے میں کسی قسم کی پریشانی نہ ہونے دی، بلکہ ان کی ضروریات کا خیال رکھا۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے منزلِ مقصود تک پہنچے اور مالِ غنیمت میں انھیں چھ اونٹنیاں ملیں۔

وعدہ کے مطابق حضرت واثلہؓ نے انصاری سے کہا

"میں وعدہ کے مطابق یہ اونٹنیاں آپ کی نذر کرتا ہوں۔"

انھوں نے بڑی محبت سے واثلہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا

"بھتیجے یہ اونٹنیاں اپنے پاس رکھو۔ اللہ تمھارے لیے ان کو مبارک کرے میں تمھیں مالِ غنیمت کے لالچ سے اپنے ساتھ نہیں لایا تھا بلکہ اس سے میرا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی حاصل کرنا تھا۔"

Marfat.com

اُوپر والا ہاتھ اور نیچے والا ہاتھ

حضرت حکیمؓ بن حزام حرام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ اگرچہ بہت آسودہ حال تھے لیکن ایک بار کسی مجبوری کے تحت اُنھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا (بعض روایات کے مطابق یہ واقعہ غزوۂ حنین کے بعد مالِ غنیمت کی تقسیم کے موقعہ پر پیش آیا تھا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں سو اُونٹ عطا فرمائے تو اُنھوں نے سو اُونٹ اور مانگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں سو اُونٹ اور عنایت فرمائے اس کے بعد اُنھوں نے اور مانگے) آپ نے عطا فرمایا اُنھوں نے پھر مانگا آپ نے پھر عطا فرمایا، اُنھوں نے پھر مانگا تو آپ نے عنایت فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا۔

"اے حکیم۔ یہ مال ایک (دل کو لبھانے والی) سبز شیرینی ہے جو شخص اس کو استغنا کے ساتھ لیتا ہے۔ اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص اس کو حرص کے ساتھ لیتا ہے۔ اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وُہ مثل اس شخص کے ہو جاتا ہے جو کھائے اور سیر نہ ہو یاد رکھو

کہ اُوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔"

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کو حکیم رضہ بن حزام نے اپنا دستور العمل بنالیا اور انھوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مَیں آیندہ نہ کبھی آپؐ سے کچھ مانگوں گا اور نہ کسی دوسرے سے کچھ لوُں گا۔"

اس کے بعد اُنھوں نے اپنی آخری سانس تک نہ کبھی کسی سے کچھ مانگا نہ کسی سے کچھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ اوّل بنے تو جب بھی اُنھیں وظیفہ دینے کے لیے بلایا اُنھوں نے ہمیشہ انکار کیا ان کے بعد خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضہ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں اُنھیں عطیہ دینے کا اعلان کیا تو وُہ برابر انکار کرتے رہے آخر ایک روز حضرت عمر فاروق رضہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا

"مُسلمانو۔ گواہ رہنا کہ مَیں حکیمؓ کو ان کا حق (وظیفہ) دینے کے لیے بُلاتا ہوُں مگر وہ قبول نہیں کرتے۔"

Marfat.com

قاتل کی بیٹی

حضرت مُعوّذؓ بن عفراءؓ انصاری نے غزوۂ بدر سے پہلے سن رکھا تھا کہ ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا ہے اس لیے ان کے دل میں اس دشمنِ دین کے خلاف سخت نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ اور اُنھوں نے طے کرلیا تھا کہ جب بھی موقع ملا میں اسے ضرور ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ وہ غزوۂ بدر میں جب شامل ہوئے تو ان کے پیشِ نظر یہ بات بھی تھی کہ ابوجہل کو ڈھونڈ کر ہلاک کرنا ان کا اوّلین مقصد ہے چنانچہ جب لوہے سے لوہا ٹکرایا اور خون کی بارش ہونے لگی تو انھوں نے اپنے بھائی معاذؓ سے کہا کہ آؤ ابوجہل کو تلاش کریں تھوڑی سی جدّوجہد کے بعد اُنھیں ابوجہل کا سراغ مل گیا اور یہ دونوں بھائی بھوکے شیروں کی طرح اس پر جھپٹے۔ (بعض روایات کے مطابق ابوجہل کو قتل کرنے والے دو بچّوں کا ذکر ملتا ہے یہ دونوں بھائی اس وقت بچے نہیں تھے بلکہ بھرپور جوان تھے کیونکہ غزوہ بدر کے بعد ہی معوذؓ کی بیٹی رُبیّعؓ کی شادی ہوئی تھی)۔

اور اسے قتل کر دیا۔ انصار کو ہمیشہ اس بات پر فخر رہا کہ سب سے بڑا دشمنِ دین

Marfat.com

ان کے ہاتھوں سے قتل ہوا تھا۔

"الاستیعاب" میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مکہ کی ایک عورت اسما بنت غزیہ جو عطر بیچا کرتی تھی عطر فروخت کرنے کے لیے مدینہ منورہ میں آئی اور گلیوں میں گشت کرتی ہوئی حضرت معوذ رض کی بیٹی رُبیّع رض کے گھر پہنچی اور ان سے ان کے خاندانی حالات پوچھنے لگی جب اسے معلوم ہوا کہ ابوجہل کو رُبیّع رض کے والد نے قتل کیا تھا۔ تو اس کی خاندانی عصبیت بھڑک اُٹھی اور بڑی درشتی سے بولی

"تو تم ہو ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی"

حضرت رُبیّع رض کو دشمن خدا ابوجہل کے لیے اس کی زبان سے سردار کا لفظ سن کر بہت غصہ آیا اور انھوں نے کہا

"میں تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں"

اسماء یہ سن کر طیش میں آگئی اور بولی

"میں تمہارے پاس عطر بیچنا حرام سمجھتی ہوں"

حضرت رُبیّع رض نے نہایت سختی سے فرمایا

"میں بھی تم سے کچھ خریدنا حرام سمجھتی ہوں، میرے نزدیک تمہارا عطر گندگی سے بھی بدتر ہے"

انھیں بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح اس فرعون — ابوجہل کے نام سے ہی سخت نفرت تھی — کیونکہ یہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا۔

Marfat.com

رات کے مُسافر

ہجرت کی رات کا شانۂ مبارک سے رخصت ہونے وقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا۔

"تم بے دھڑک میرے بستر پر سو جاؤ اور دُوسرے دن لوگوں کی امانتیں واپس کر کے یثرب میں میرے پاس چلے آنا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے تاکہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں مگر علی رضؓ اس بستر پر سو رہے جب کہ اس مکان کو چاروں طرف سے خون کے پیاسے دشمنوں نے گھیر رکھا تھا اور اس رات اس بستر پر سونا موت کے مُنہ میں جانے کے مترادف تھا لیکن علی رضؓ نے ساری رات موت کے اس غار میں گزاری دن چڑھنے پر کفّار کی دست درازی کے بعد خانہ کعبہ میں محبوس رہے لیکن اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں بے نظیر جوانمردی اور لگن کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے تین دن میں کفّار کی وہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کیں جو ان لوگوں نے دشمن ہونے کے باوجود آپؐ کے پاس اس لیے رکھوا دی تھیں کہ وہ آپؐ کو اس قدر شدید

Marfat.com

دشمنی کے باوجود سب سے بڑھ کر صادق اور امین تسلیم کرتے تھے۔

امانتوں کی واپسی کے بعد انھوں نے نہایت ہوشیاری سے رات کی تاریکی میں یثرب کی راہ لی۔ کیونکہ کفّار کے بدلے ہوئے تیور ان کے دِلی عزائم کی غمّازی کر رہے تھے۔ ایک دِن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم جب قبا میں کلثومؓ بن الہدم کے مکان سے باہر تشریف لائے تو علیؓ کو اپنے سامنے موجود پایا شکستہ اور مَیلا لباس۔ اُترا ہُوا چہرہ۔ پھٹے ہُوئے تلوے لیکن آنکھوں میں دِلی مسرت، کی جھلک ہویدا تھی۔ علیؓ کو یُوں اپنے سامنے یکایک دیکھ کر آپؐ نے انھیں بے اختیار اپنے سینہ مُبارک سے لگا لیا اور دیر تک پیار کرتے رہے۔

ان کے پائے فگار اور حالتِ زار دیکھ کر رحمۃ اللعالمینؐ کے قلب رقیق میں محبّت و شفقت کا طوفان اُمنڈ آیا۔ اور چشم مُبارک سے آنسو بہہ نکلے۔ حاضرین بھی اس رقّت خیز منظر کی تاب نہ لا سکے اور سب نے آبدیدہ ہو کر سر جھکا لیے۔ علیؓ کفارِ مکّہ کی امانتیں واپس کر کے یثرب کی طرف تن تنہا ایک تلوار لیے ہُوئے چل دیے تھے۔ وہ دِن کو چُھپ رہتے اور رات بھر سفر کرتے تھے۔ تاکہ دشمن ان کا سراغ نہ پا سکیں۔ تین سو میل کا یہ سفر انھوں نے تن تنہا اور پا پیادہ طے کیا تھا۔ اس لیے پاؤں پھٹ گئے تھے۔ جنھیں دیکھ کر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر رقّت طاری ہو گئی اور جب ذرا طبیعت سنبھلی تو آپؐ نے اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں پر لگایا جس سے پاؤں بالکل ٹھیک ہو گئے اور اس کے بعد پھر کبھی انھیں یہ تکلیف نہ ہُوئی۔

عاشق کی اذان

"خیرالبشر کے چالیس جان نثار" کی روایت ہے کہ شام کے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت بلال رضؓ نے وہاں کے ایک گاؤں خولان میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک رات انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لاتے ہیں اور فرما رہے ہیں

"اے بلال کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے آؤ۔"

اس خواب نے اس عاشقِ صادق کا دِل و دماغ جھنجھوڑ ڈالا آتشِ فراق بھڑک اُٹھی اور بے تابانہ مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوتے تو صبر و قرار کا یارا نہ رہا۔ اور فراقِ حبیبؐ میں اس درد سے روئے کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے بھی سیلِ اشک رواں ہو گیا۔ اس موقع پر حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ بھی موجود تھے۔ اپنے محبوبؐ کے جگر گوشوں کو سینے سے لگا کر بار بار ان کا مُنہ اور سر چومتے تھے۔ انھوں نے خواہش کی کہ

"بابا بلالؓ کل فجر کی اذان روضہ رسولؐ پر آپ دیں۔"

اگرچہ وصال النبیؐ کے بعد اُنھوں نے وعدہ کر لیا تھا کہ اب وہ اذان نہیں دیں گے لیکن بلالؓ

Marfat.com

اپنے آقا و مولا کے جگر گوشوں کی خواہش کو کیسے ٹال سکتے تھے فجر ہوئی تو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب (باہر اور بروایت دیگر مسجد نبوی کی چھت پر) اذان کے لیے کھڑے ہو گئے سارا مدینہ ان کی اذان سننے کے لیے اُمڈ آیا جونہی انھوں نے اذان دینی شروع کی مدینہ منورہ کی پوری فضا حشر سامان ہو گئی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آگیا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے روضۂ اقدس کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہا تو پردہ نشین خواتین بھی بے تاب ہو کر گھروں سے باہر نکل آئیں اور روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہادی برحق سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ہی رحلت فرمائی ہے کہا جاتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ میں ایسا دلدوز اور پُر اثر منظر آج تک کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

Marfat.com

ابو خیثمہؓ ہو گا

لشکر اسلام کو تبوک کی طرف روانہ ہوئے کئی دن گزر چکے تھے لیکن آپؐ کے ایک صحابی ابو خیثمہؓ ابھی تک مدینہ میں ہی موجود تھے۔ وہ ہر روز کوچ کرنے کا ارادہ کرتے لیکن روانہ ہونے سے رہ جاتے۔ ایک دن جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ گرمی کی شدت کو کم کرنے کے لیے ان کی دونوں بیویوں نے اپنے اپنے مکانوں کو پانی چھڑک کر ٹھنڈا کر رکھا ہے عمدہ کھانے تیار ہیں پینے کے لیے ٹھنڈا پانی بھی رکھا ہوا ہے اور دونوں آپ کی منتظر ہیں۔ آپ نے دروازے میں کھڑے ہو کر اپنی بیویوں کے اس اہتمام کو دیکھا تو یکایک دل سے ایک ہوک نکلی اور آپ بے اختیار پکار اُٹھے۔

"آہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تیز دھوپ اور گرم ہوائیں ہوں اور ابو خیثمہؓ اپنی بیویوں کے پاس بیٹھ کر کھانا کھائے؟ — خدا کی قسم میں مکان میں ہرگز داخل نہ ہوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مل جاؤں۔"

Marfat.com

چنانچہ آپ، وہیں سے واپس چلے گئے اور بیویاں حسرت بھری نگاہوں سے
انھیں دیکھتی ہی رہ گئیں۔

آپ نے اپنا اُونٹ کھولا ضروری سامان لیا اُونٹ پر سوار ہوتے اور دیکھتے ہی دیکھتے مدینہ سے بہت دُور نکل گئے منزلیں طے کرتے ہوتے جب وہ لشکرِ اسلام کے قریب پہنچے تو انھیں آتے دیکھ کر ایک مجاہد پکار اُٹھا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سوار دُور سے چلا آرہا ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ابوخیثمہ رضؓ ہوں گے"

تم مُشرک ہو

صلح نامہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہُوئے قریش نے بنو بکر کی حمایت میں ان کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اُنھیں سخت نقصان پہنچایا بہت سے آدمی مارے گئے اور ان کا سردار عمرو بن سالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مدینہ منورہ میں پہنچا جہاں آپؐ کو اس پوری واردات سے آگاہ کیا۔ آپؐ کو اس سے سخت صدمہ ہُوا اور بہت دیر تک اپنے کرب کو دباتے رہے اس کے بعد آپؐ نے قریش کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا کہ مندرجہ ذیل تین شرائط میں سے کوئی ایک قبول کر لیں۔

(۱) مقتولوں کا خون بہا دلایا جائے۔

(۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

(۳) واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیں کہ صلح نامہ حدیبیہ اَب ختم ہو چکا ہے۔

لیکن قریش نے کبر و نخوت کا اظہار کرتے ہُوئے اس معاہدہ کو ٹھکرا دیا۔ مگر جب کئی ماہ کے بعد اس کے نتائج کو دیکھ کر آنکھیں کھلیں تو تجدید عہد کی کوشش کی اور ابوسفیان

Marfat.com

سردار قریش — مدینہ منورہ پہنچا تاکہ مسلمانوں سے یہ معاملہ طے کرے۔

اس کی بیٹی حضرت اُم حبیبہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ تھیں۔ اس لیے وہ سیدھا ان کے حجرہ میں داخل ہوا۔ اپنے والد کو یوں غیر متوقع طور پر دیکھ کر ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ حیران رہ گئیں اور صرف "ابا جان" کہہ کر خاموش ہو گئیں۔ ابوسفیان آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ مگر جب ام المؤمنین ام حبیبہؓ — ابوسفیان کی صاحبزادی — نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر آپؐ کا بستر مبارک لپیٹ کر الگ رکھ دیا تو ابوسفیان نے حیرت سے پوچھا

"بیٹی میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تو نے اس بستر کو مجھ پر ترجیح دی ہے یا مجھ پر اس بستر کو؟"

اُم المؤمنینؓ نے فرمایا

"یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک ہے اور آپ مشرک و ناپاک ہیں اس لیے مجھے یہ گوارا نہیں کہ آپ اس مبارک بستر پر بیٹھیں۔"

باپ اپنی بیٹی کے اس جواب پر جھلا کر رہ گیا۔

Marfat.com

ذہانت

۶ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی ملکوں کے سربراہوں کے نام تبلیغی مکتوب روانہ فرمائے تو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو مقوقس والیِ مصر کے نام مکتوبِ گرامی دے کر روانہ فرمایا وہ قدیم الاسلام اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے تعمیل حکم کے لیے فوراً مصر کی طرف روانہ ہو گئے اور مصر کے دارالحکومت اسکندریہ میں پہنچ کر انھوں نے اپنی آمد کی اطلاع مقوقس کو پہنچائی۔

مقوقس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ عرب کے اس سفیر سے عزت و احترام سے پیش آئیں اور ان کے قیام و طعام کے لیے بہترین بندوبست کریں۔ پھر تیسرے دن حضرت حاطبؓ کو اس وقت دربار میں باریابی کی اجازت دی جب تمام عمائدین سلطنت اور مذہبی پیشوا وہاں جمع ہو چکے تھے جب آپ دربار میں پہنچے تو مقوقس نے خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور انھیں اس جگہ بٹھایا جہاں بڑے بڑے بادشاہوں کے سفیروں کو بٹھایا جاتا تھا۔

Marfat.com

تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی مقوقس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مُبارک کو بڑی تعظیم سے آنکھوں سے لگایا اور اس کو بغور پڑھا پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس موضوع پر گفتگو کی اور اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا مقوقس اس سے بے حد متأثر ہُوا مگر اپنے درباریوں کے خوف سے اسلام قبول کرنے کی جُرأت نہ کر سکا البتہ اس نے نامہ مُبارک کو بڑے احترام کے ساتھ ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں بند کر کے اس پر اپنی مُہر لگائی اور پھر اپنی خاص کنیز کے حوالے کر دیا۔

تیسرے دن پھر آپ کو بلا کر پُوچھا

"اگر آپ کے پیغمبر سچے ہیں تو جب انؐ کی قوم نے ان کو اپنے آبائی وطن سے نکالا تھا تو انھوں نے دشمنوں کے لیے بدُدعا کیوں نہ کی۔"

جواب میں آپ نے کہا

"اگر حضرت عیسٰی سچے پیغمبر تھے تو جب ان کو صلیب پر چڑھایا گیا تو اُنھوں نے اپنی قوم کے لیے بدُدعا کیوں نہ کی۔"

مقوقس اس جواب باصواب کو سُن کر دنگ رہ گیا اور پکار اُٹھا

"بے شک تم خود بھی عقل مند آدمی ہو اور جن کی طرف سے تمھیں بھیجا گیا ہے وہ بھی حکمت و دانش کے مالک ہیں۔"

Marfat.com

میزبان کی بے قراری

۸ ربیع الاوّل ۱۳ ہجری (۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) دوشنبہ کا مبارک دن تھا جب ایک یہودی نے اپنے مکان کی بالائی منزل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رفیق حضرت ابوبکر رضؓ کے ساتھ عین دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں قبا کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو پکار کر کہا

"اے بنی قیلہ۔ لو تمھارے سردار آپہنچے"

قبا کے قریب پہنچ کر آپؐ کھجور کے ایک درخت کے نیچے سستانے کے لیے رک گئے اور قبا کی بستی میں دھوم سی مچ گئی کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپہنچے ہیں۔

قبا کے مہاجر و انصار پروانہ وار جمع ہونے لگے۔ بنی عمرو بن عوف جو اس بستی کے اصل مکین تھے ہتھیار سجا کر بڑی سج دھج سے اس نخلِ عرب کے قریب پہنچ گئے جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ان کا جوش و خروش قابلِ دید اور قابلِ داد تھا کیونکہ انتظار کے کئی عشرے انھوں نے بڑے کرب و اذیت میں گزارے تھے۔ اور اب اپنے محبوبؐ کو سامنے دیکھ کر جذبۂ بے اختیار کی وجہ سے ٹوٹے پڑتے تھے۔ انصار کی جماعت سب

Marfat.com

سے آگے آ گئی تھی۔ لیکن انھوں نے اس سے پیشتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دیکھا نہ تھا۔ اس لیے پہلے ابوبکر رضؓ کو سلام عرض کرتے تھے کیونکہ وہ سن رسیدہ دکھائی دیتے تھے۔ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال چھوٹے تھے۔ مگر جسم کے نحیف و نزار تھے اور بال بھی سفید ہو چکے تھے۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاملہ کی نزاکت و نوعیت اور انصار کی الجھن کو بھانپتے ہوئے فوراً ہی اپنی چادر سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیا۔ آقا کے تعارف کی یہ نہایت ادب پرور اور دل آویز ادا تھی جس سے سب پر آشکار ہو گیا کہ محبوب کائنات کون ہیں۔ اب آنے والے پہلے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے اور پھر آپ کے یار غار کو

استقبال کرنے والوں کی تعداد پانچ سو تک پہنچ گئی جس کے جلوس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت قبا میں داخل ہوئے نعرۂ تکبیر سے پہاڑیاں گونج اٹھیں بستی کی گلیوں میں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کا ہجوم تھا جو رحمۃ للعالمین کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے دیوانہ وار گھروں سے نکل آئے تھے وہ اپنے محسن کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے جن کی برکت سے ان کے باہمی اختلافات ختم ہوئے تھے جو اپنوں کو چھوڑ کر انھیں اپنانے کے لیے آ رہے تھے وہ ان کی زبان سے میٹھے بول سننے کے لیے بے قرار تھے جن کی شیرینیٔ گفتار کے تذکروں نے ان میں ایمان کی حلاوت اور اخلاق و سیرت کی مٹھاس پیدا کر دی تھی۔

Marfat.com

اگر آپ مجھے سو آدمی دے دیں تو

"خیر البشر کے چالیس جانثار" کی روایت ہے کہ

مدینہ منورہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر بنی غطفان کے علاقہ کے قریب ذی قرد یا ذی قراہ ایک آبشار یا ایک چشمہ تھا اس سے متصل مدینہ منورہ کی طرف ایک وسیع جنگل یا غابہ تھا جس میں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں ۶ ہجری میں (ایک روایت کے مطابق سال کے اواخر میں) ایک دشمنِ اسلام غارت گر عُیَینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی جمعیّت کے ساتھ غابہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور گلہ بان حضرت ذُر بن ابوذر غفاریؓ کو شہید کر کے بیس شیر دار اونٹنیاں ہانک کر لے چلا۔ اتفاق سے حضرت سلمہؓ بن اکوعؓ اور حضرت رباحؓ مولیٰ رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم گھوڑے پر سوار وہاں آنکلے۔ جب سلمہؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت اور غیرتِ دینی نے انھیں شعلہ جوّالہ بنا دیا انھوں نے حضرت رباحؓ کو گھوڑے پر سوار کر کے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اطلاع دینے کے لیے مدینہ کی طرف روانہ کیا اور خود تن تنہا مشرکین سے

Marfat.com

لڑنے مرنے کا عزم کر لیا (یہ روایت مُسند امام احمد بن حنبلؒ کی ہے صحیح بخاری میں حضرت سلمہؓ بن اکوع سے روایت ہے کہ ایک روز میں فجر کی اذان سے پہلے چلا اتنے میں مجھ کو عبدالرحمن ابنؓ بن عوف کا غلام ملا۔ اور اس نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اونٹنیاں پکڑی گئی ہیں میں نے پُوچھا کِس نے پکڑیں تو اُس نے کہا بنو غطفان نے اس کے بعد حضرت سلمہؓ نے جو واقعات بیان کیے وہ تقریباً وہی ہیں جو مسند احمد بن حنبلؒ میں درج ہیں) حضرت سلمہؓ نے پہلے تو ایک قریبی ٹیلے پر چڑھ کر مدینہ کی طرف مُنہ کر کے تین مرتبہ یا "صاحباہ" کا نعرہ لگا (یہ نعرہ امداد طلب کرنے کے موقع پر لگایا جاتا تھا اس کا مطلب ہے اے صبح کی مصیبت) اور پھر اکیلے ہی درختوں کی آڑلے کر چھاپہ ماروں پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ بڑے شجاع اور غضب کے تیر انداز تھے۔ جب تیر چلاتے تو للکار کر یہ رجز پڑھتے۔

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمَ يَوْمُ الرُّضَّعِ

(اسے لو میں ہوں اکوع کا بیٹا اور یہ دن چھٹی کا دودھ یاد دلانے کا دِن ہے)۔

اس اکیلے مجاہد نے غارت گروں کو ایسا زچ کیا کہ وہ اپنی چوکڑی بھول گئے اور ساری اُونٹنیاں چھوڑ کر بھاگ نکلے، حضرت سلمہؓ نے اُونٹنیوں کو مدینہ کی طرف ہانک دیا۔ اور خود ڈاکوؤں کا تعاقب جاری رکھا جو اپنی چادریں اور نیزے پھینکتے جاتے تھے۔ اور اس اکیلے مردِ مجاہد کے سامنے بھاگتے جاتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دیئے حضرت سلمہؓ ہر چادر اور نیزے پر بطور علامت ایک پتھر رکھ دیتے تھے اور پھر ان کا تعاقب شروع کر دیتے تھے جب چاشت سے کچھ زیادہ وقت ہُوا تو عُیینہ بن بدر فزاری کچھ مسلح سواروں کے ساتھ غارت گروں کی مدد کے لیے آ پہنچا حضرت سلمہؓ ایک قریبی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے عیینہ نے غطفانی ڈاکوؤں سے پُوچھا

"یہ کون شخص ہے؟"

انھوں نے کہا

Marfat.com

"اس شخص نے ہمیں سخت تنگ کیا ہے اس نے صبح سے اس وقت تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا اور ہم سے سب کچھ چھین لیا ہے"۔

عیینہ بولا

"اس کے پیچھے یقیناً کوئی جماعت ہے ورنہ وہ تن تنہا تمہارا تعاقب کرنے کی جرأت نہ کرتا اب تم اس کو گرفتار کرنے کی کوشش کرو"۔

چنانچہ ان میں سے چار آدمی حضرت سلمہؓ کی طرف چلے جب وہ چوٹی پر حضرت سلمہؓ کے اتنے قریب پہنچے کہ ان کی آواز سن سکیں تو انھوں نے پکار کر کہا

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں کون ہوں"

غطفانیوں نے کہا

"تو کون ہے؟"

حضرت سلمہؓ نے کہا

"میں اکوع کا بیٹا ہوں اس ذات پاک کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کو بزرگ بنایا تم میں سے کسی کی مجال نہیں کہ مجھ کو پکڑ سکے اور تم میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ اگر میں اسے ہلاک کرنا چاہوں تو وہ بچ جائے"۔

حضرت سلمہؓ اور ڈاکوؤں کے درمیان ابھی یہی سوال وجواب ہو رہے تھے کہ دور سے گرد اڑتی نظر آئی اور پھر درختوں کے جھنڈ سے تین شہسوار نمودار ہوئے جو حضرت سلمہؓ کی مدد کے لیے اپنے گھوڑے برق رفتاری سے دوڑاتے آرہے تھے۔ یہ شہسوار اس امدادی دستے کا ہراول تھے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاکے کی اطلاع ملتے ہی لٹیروں کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا تھا سب سے آگے حضرت محرز بن نضلہ الملقب بہ اخرم اسدیؓ تھے ان کے پیچھے حضرت ابوقتادہؓ انصاری اور ان کے پیچھے کچھ دور حضرت مقدادؓ بن عمرو الاسود کندی تھے۔ اس وقت حضرت سلمہؓ فوراً پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اترے اور

Marfat.com

حضرت اخرمؓ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا

"اخرمؓ آگے نہ بڑھو مجھے خطرہ ہے کہ لٹیرے تمھیں گھیر لیں گے تھوڑی دیر صبر کرو تاکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے صحابہؓ آجائیں"

حضرت اخرمؓ نے کہا

"اے سلمہؓ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ جنّت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو میری شہادت کے راستے میں حائل نہ ہو"

یہ جملے انھوں نے اس جوش اور جذبہ کے ساتھ کہے کہ حضرت سلمہؓ نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور وہ گھوڑا اڑاتے ہوئے عبدالرحمٰن فزاری کی طرف لپکے اور اس کے گھوڑے کے پاؤں پہلے ہی وار میں کاٹ ڈالے لیکن اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن فزاری کا نیزہ بھی ان کے جگر کے پار ہوگیا اور وہ جامِ شہادت پی کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اب عبدالرحمٰن اپنے گھوڑے سے اتر کر حضرت اخرمؓ کے گھوڑے پر سوار ہوگیا اتنے میں حضرت ابوقتادہؓ گھوڑا دوڑاتے آپہنچے اور اپنے نیزے سے عبدالرحمٰن کو واصل جہنّم کرکے اسی وقت حضرت اخرمؓ کا بدلہ لے لیا۔ عین اس وقت حضرت مقدادؓ بھی ابوقتادہؓ اور سلمہؓ سے آملے۔ اور ان تینوں جانبازوں نے غارت گروں کو اپنے نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیا کچھ دیر میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بھیجے ہوئے کچھ اور سوار بھی پہنچ گئے۔ بدطینت لٹیروں نے اب بھاگنے ہی میں عافیت دیکھی تاہم مجاہدین نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے فزاری غارت گر ایک چشمے پر جمع ہوکر پانی پینے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت سلمہؓ کے ساتھی بہت پیچھے رہ گئے تھے لیکن اللہ رے اس اکیلے شیر کی ہیبت کہ بیسیوں مسلّح جنگجو پانی پیئے بغیر ان کے سامنے بھاگ کھڑے ہوئے اور بہت دور ثنیہ ذی بیر میں جا کر پناہ لی۔ اب سورج بالکل غروب ہوگیا لیکن حضرت سلمہؓ آگے ہی آگے بڑھتے گئے اتنے میں ایک فزاری غارت گر پر ان کی نظر پڑی انھوں نے اس کو

تیر مارا اور رجز پڑھا

"اسے لے میں اکوع کا بیٹا ہوں اور یہ دن چھٹی کا دودھ یاد کرانے کا دن ہے"۔

اس نے جواب دیا

"ابن اکوع کی ماں صبح نہ پاتے"

حضرت سلمہ رضؓ نے یہ کہتے ہوئے کہ

"ہاں اے اپنے نفس کے دشمن"

ایک دوسرا تیر اس پر چلا دیا ۔ وہ شخص سخت گھائل ہو کر وہاں سے غائب ہو گیا اور دو گھوڑے اپنے پیچھے چھوڑ گیا حضرت سلمہ رضؓ دونوں گھوڑوں کو ہنکا کر واپس ذو قرد کے چشمہ پر پہنچے جہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو مسلح جانثاروں کے ساتھ رونق افروز تھے ۔ اور حضرت بلال رضؓ بن رباح ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا جگر اور کوہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آگ پر بھون رہے تھے ۔ حضرت سلمہ رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ گھوڑے پیش کرتے ہوئے عرض کی ۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے سو آدمی دے دیں تو میں فزاری غارت گروں کا نام و نشان مٹا ڈالوں گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی خبر دینے والا بھی نہیں بچے گا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا

"اے سلمہ رضؓ کیا تم واقعی ایسا کر گزرو گے"

حضرت سلمہ رضؓ نے بڑے جوش کے ساتھ کہا

"یا رسول اللہ علیہ وسلم اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معزز و مکرم بنایا ہے میں ایسا ہی کروں گا"

ان کا جوش و جذبہ دیکھ کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہشاش بشاش ہو گئے اور اس قدر ہنسے

Marfat.com

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھلے دندان مبارک سے نور کی شعاعیں پھوٹنے لگیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے ابن اکوع جانے دو اور قابو پانے کے بعد درگزر کرو۔"

Marfat.com

شاہ شاہاں کے دربار میں

عروہ بن مسعود ثقفی قریش مکہ کا نمائندہ بن کر حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپؐ عمرہ کی نیت سے مکہ میں جانے کے لیے تیار ہو کر مدینہ منورہ سے آ رہے تھے اور قریش مکہ نے آپؐ کو روکنے کے لیے پیش بندی کر لی تھی اور اب فریقین میں اس معاملہ میں گفت و شنید جاری تھی۔

وہ عربوں کے دستور کے مطابق وقتاً فوقتاً حضور صلی علیہ وسلم کی ریش مبارک پہ ہاتھ پھیرتا اور باتیں کرتا جاتا تھا۔ لیکن اس کی یہ حرکت حضرت مغیرہؓ سے جو آپؐ کی حفاظت کے لیے خود پہنے اور تلوار لیے آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے برداشت نہیں ہو رہی تھی اس لیے اب کے جونہی اس نے ہاتھ آگے بڑھایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پہ پھیرے تو مغیرہؓ نے تلوار کھینچ کر ڈانٹتے ہوئے کہا

"خبردار اگر آئندہ تم نے آگے ہاتھ بڑھایا تو یہ واپس نہ جا سکے گا۔"

عروہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاری کے مختلف مظاہر دیکھ کر بے حد

Marfat.com

متأثر ہوا اور قریش کے پاس واپس جا کر انہیں سمجھانے لگا کہ :-

"اے قوم واللہ میں بادشاہوں کے دربار میں وفد لے کر گیا ہوں میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں پیش ہوا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے آج تک کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے مقربین اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں واللہ آپ بلغم تھوکتے ہیں تو وہ زمین پر نہیں گرنے پاتا بلکہ صحابہؓ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے ہیں جب آپؐ کوئی ارشاد فرماتے ہیں تو تعمیل امر کے لیے صحابہؓ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کو دوڑتے ہیں جب آپ وضو کرتے ہیں تو وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لیے لوگ ایسا جھپٹتے ہیں گویا باہم لڑ پڑیں گے۔ جب آپؐ گفتگو فرماتے ہیں تو آپؐ کے رعب و عظمت کی وجہ سے سراسر خاموشی اختیار کرتے ہیں آپؐ کی انتہائی تعظیم کی بنا پر آپؐ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میں نے ایک قوم کو دیکھا ہے کہ وہ کبھی بھی کسی چیز کے بدلے میں اپنے نبی کو تمہارے سپرد نہ کرے گی اس لیے تم اپنے ارادہ سے باز آجاؤ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان پر غلبہ نہ پا سکو گے۔"

Marfat.com

اللہ اُن سے راضی ہُوا

اس افواہ سے مُسلمان بے چین اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مضطرب ہو گئے کہ قریش مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے آپ نے انھیں حُدیبیہ سے قریشِ مکّہ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ وُہ مُسلمانوں کے عمرہ کرنے کے متعلق قریش کا عندیہ دریافت کریں لیکن قریش نے ان سے کہہ دیا تھا کہ :

"آپ تو بے شک بیت اللہ کا طواف کر لیں لیکن دوسروں کو اس شہر میں آنے کی اجازت نہیں ہَے "

لیکن حضرت عثمانؓ نے اس کے جواب میں بالکل دو ٹوک بات کہہ دی ۔

"مَیں اس وقت تک طواف نہ کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے صحابہؓ طواف نہ کر لیں ۔ اگر تم لوگ ان کو طواف کرنے کی اجازت نہیں دیتے تو مجھے تمھاری یہ پیش کش قبول نہیں ہے "

قریش یہ سُن کر غضب ناک ہو گئے اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کو اپنی حراست میں

Marfat.com

لے لیا اس لیے جب وہ مقررہ وقت پر حدیبیہ میں نہ پہنچے تو مسلمانوں میں افواہ پھیل گئی کہ عثمان رضؓ کو قریش مکہ نے شہید کر دیا ہے۔

اس افواہ کو سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جو ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ صحابہ رضؓ کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور جب سب جانثار حاضر ہو گئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا

"اب ہم اس مقام سے اس وقت تک نہ ہٹیں گے جب تک کہ قریش سے جنگ نہ کر لیں۔ آؤ جنگ کے لیے بیعت کرو"

صحابہؓ بیعت کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں تھے اور اس بات پر بیعت کر رہے تھے کہ اگر لڑنا پڑا تو ہر حال میں ثابت قدم رہیں گے۔ صحابہ رضؓ کی اس بیعت کو بیعت الرضوان کہا جاتا ہے اور اس کے متعلق اللہ پاک نے سورۃ الفتح آیت نمبر ۱۸ میں فرمایا ہے۔

"خدا مومنوں سے راضی ہوا
جب وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔
سو خدا نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔
پس ان پر سکون و اطمینان اتارا
اور فتح قریب عطا کی۔"

Marfat.com

تلواروں کی گود میں

۱۳ ہجری میں بیعت عقبہ کبیرہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت کعبؓ بن مالک انصاری فرماتے ہیں۔

"ہم اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ حج کے لیے مکہ روانہ ہوئے راستے میں ہمارے سردار براءؓ بن معرور نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ میں کعبہ کی طرف پیٹھ کرنے کی بجائے اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھوں ہم نے کہا ہمارے علم کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بیت المقدس) کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں تو ہم تو آپؐ کے طریقے پر ہی عمل کریں گے۔ مگر براءؓ کعبہ کی طرف ہی منہ کرکے نماز پڑھتے رہے اور ہم انہیں ٹوکتے رہے۔ مکے پہنچے تو براءؓ نے مجھ سے کہا آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور آپؐ سے اس معاملہ کے بارے میں پوچھیں۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے کبھی دیکھا نہ تھا اور نہ

Marfat.com

آپ کو پہچانتے تھے۔ البتہ آپ کے چچا عباسؓ کو جانتے تھے۔ کیونکہ وہ تجارت کے سلسلے میں مدینہ آتے رہتے تھے۔ ایک شخص نے بتایا کہ تم حرم میں جاؤ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہیں عباسؓ کے ساتھ بیٹھے نظر آئیں گے ہم نے وہاں پہنچ کر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کیا آپؐ نے عباسؓ سے پوچھا یہ کون ہیں ؟ انھوں نے کہا یہ براءؓ بن معرور ہیں اور یہ کعبؓ بن مالک ۔ مجھے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد کبھی نہیں بھولتا کہ میرا نام سن کر آپؐ نے فرمایا "شاعر" عباسؓ نے کہا "ہاں" پھر براءؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم نماز میں اپنا منہ کس طرف کریں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف (چنانچہ انھوں نے بعد میں اسی کے مطابق عمل شروع کر دیا) اس کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ آپ لوگ ایامِ تشریق کے بیچ والے دن عقبہ میں مجھ سے رات کے وقت ملیں ۔ جب وہ رات آئی تو ہم اپنی قوم کے ساتھ آپؐ سے ملنے کے لیے عقبہ کی طرف چلے صرف ایک غیر مسلم کو ہم نے اپنے ارادے سے مطلع کیا وہ ابو جابر عبداللہ بن عمرو بن حرام تھے وہ ہمارے اشراف اور رؤسا میں سے تھے۔ اور ابھی تک اپنے آبائی دین پر قائم تھے۔ ہم نے کہا ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں ہم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ بلا تامل ایمان لے آئے اور ہمارے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اس وقت ہم ۷۳ مرد تھے اور ہمارے ساتھ دو عورتیں تھیں جب ہم سب عقبہ میں جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت عباسؓ کے ہمراہ تشریف لائے ۔ عباسؓ نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا اے گروہ خزرج محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے خاندان میں جو مرتبہ رکھتے ہیں تمہیں معلوم ہے ہم (یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب) نے ہمیشہ دشمنوں سے ان کی حفاظت کی ہے اور آئندہ بھی اپنی

Marfat.com

استطاعت کے مطابق کریں گے ۔ اگر تم اپنے وعدوں کو پورا کر سکتے ہو۔ اور مرتے دم تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر سکتے ہو تو کوئی بات کرنا خوب سوچ سمجھ لو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھانا گویا ہولناک مصائب اور خونریز جنگوں کو دعوت دینا ہے اس لیے سب کچھ ذہن میں رکھ کر کوئی قدم اُٹھانا۔ اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ کل کلاں حالات سے مجبور ہو کر تمھیں ان کا ساتھ چھوڑنا اور دشمنوں کے حوالے کرنا پڑے گا تو بہتر یہ ہے کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔"

ہم نے کہا

"عباس رض کی باتیں ہم نے سن لی ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ ہم سے کیا عہد لینا چاہتے ہیں۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں۔ ہمیں اسلام پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی اور پھر فرمایا

"میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اپنی جانوں اور اہل وعیال کی مانند میری حمایت وحفاظت کرو گے۔"

براء رض بن معرور نے آپ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہم اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ کی حفاظت کریں گے ہم نے تلواروں کی گود میں پرورش پائی ہے اور جنگ آزمائی ہمیں اپنے باپ دادا سے ورثے میں ملی ہے ان کی بات کاٹ کر

ابوالہیثم رض بن تیہان نے کہا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارے اور یہود کے درمیان معاہدات

ہیں جو بیعت کے بعد فسخ ہو جائیں گے ایسا تو نہ ہوگا کہ آپؐ قوّت اور اقتدار پا کر ہمیں چھوڑ دیں، اور اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے جائیں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر جواب دیا

"نہیں۔ میرا خون تمہارا خون اور میرا ذمّہ تمہارا ذمّہ ہے میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تم جس سے لڑو گے میں بھی ان سے لڑوں گا اور تم جس سے صُلح کرو گے میں بھی اس سے صُلح کروں گا۔"

آپؐ کے ارشادات سن کر حضرت کعبؓ سمیت مدینہ کے سبھی اہلِ ایمان آپؐ کی بیعت سے سعادت اندوز ہو گئے اور اہلِ مدینہ ہمیشہ اس بیعت پر فخر کرتے رہے۔

اِجْلِسُوْ

ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ میں خطبہ دے رہے تھے ــــ صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد مسجد میں جمع تھی ۔ اور آپؐ کے ارشادات کو بغور سُن کر ذہن نشین کر رہے تھے ــ اتنے میں شاعر اسلام حضرت عبداللہؓ بن رواحہ انصاری مسجد کے پاس پہنچے کر خود بھی آپؐ کے فرمودات سُنیں ۔ وہ مسجد کے قریب پہنچے لیکن ابھی مسجد میں داخل بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مسجد سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ۔

اِجْلِسُوْ

(اے لوگو بیٹھ جاؤ)

جب یہ آواز حضرت عبداللہؓ کے کانوں تک پہنچی تو وُہ جہاں تھے وہیں رُک گئے ان کے دِل سے ایک ہُوک سی اُٹھی اور وہیں بیٹھ گئے

"یہ آقاؐ کا حکم ہے اس کی تعمیل میں غفلت نہ ہونے پائے"

Marfat.com

یہ ان کے دل کی آواز تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے آپ کی خدمت میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ پیش کیا تو آپ نے نہایت مسرت کے عالم میں ان (عبداللہ رضی اللہ عنہ) سے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ اور زیادہ کرے۔"

Marfat.com

روتے کیوں ہو؟

جمادی الاوّل ۸ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارثؓ بن عمیر کو جو آپؐ کا مکتوب گرامی لے کر حاکم بصرہ کے پاس جا رہے تھے عین اُس وقت جب کہ وہ بلقا میں سے گزر رہے تھے موتہ کے حاکم شرجیل بن عمرو غسانی نے شہید کروا دیا تھا۔ اس لیے آپؐ نے اس سنگدل اور ظالم شخص کو سزا دینے کے لیے اس کے خلاف تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر روانہ کیا تاکہ آئندہ کوئی ایسا سنگدلانہ فعل یعنی سفیر اسلام کو شہید کر دینے کی جرأت نہ کرنے پائے۔

اس لشکر کے آپؐ نے ترتیب وار مندرجہ ذیل تین سالار مقرر فرمائے۔

(۱) حضرت زیدؓ بن حارثہؓ

(۲) حضرت جعفرؓ بن ابی طالب

(۳) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ

اور فرمایا اگر یہ سب شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنی صوابدید کے مطابق جس کو چاہیں اپنا

سالار مقرر کر لیں۔

جب یہ لشکر معان میں پہنچا تو انھیں اطلاع ملی کہ دشمن کا ایک لاکھ کا لشکر جمع ہو رہا ہے جس میں قیصر روم کی سپاہ اور قبائلی لشکر بھی شامل ہیں تو مستقبل کا لائحۂ عمل طے کرنے کے لیے لشکر یہیں رک گیا مجاہدین کے ایک گروہ کی رائے تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کثیر لشکر کی خبر دی جائے اور پھر آپؐ سے آئندہ کے اقدامات کا فرمان حاصل کیا جائے کیونکہ عین ممکن ہے کہ آپؐ کمک روانہ فرمائیں دو دن اسی گفت و شنید میں گزر گئے آخر عبداللہؓ بن رواحہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"بھائیو ہم تو شوقِ شہادت میں آئے ہیں اور اب اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے ہماری منزل ہمارے سامنے ہے پھر اس کی طرف قدم بڑھانے میں آپ اس قدر تامل کیوں؟ ہم تعداد اور قوت کے بل پر جنگ نہیں لڑتے فتح حاصل کریں تو بے شک ہمارے لیے بھلائی ہے اور اگر شہادت پائیں تو بھی ہمارے لیے بہترین اجر ہے۔"

ان کی باتیں سن کر مجاہدین اس پر متفق ہو گئے اور لشکر اسلام آگے روانہ ہو گیا۔

مشہور صحابی حضرت زیدؓ بن ارقم جو دور کے رشتہ سے ان کے بھتیجے ہوتے تھے کم سنی میں یتیم ہو گئے تھے اور حضرت عبداللہ رضؓ نے ان کی پرورش کی تھی وہ غزوۂ موتہ میں ابن رواحہؓ کے ہمراہ تھے ان سے روایت ہے کہ

"حضرت عبداللہ رضؓ بن رواحہ غزوۂ موتہ کے لیے روانہ ہوئے تو مجھے اپنے پیچھے کجاوہ میں بٹھا لیا تھا ہم ساری رات سفر کرتے رہے اور میں نے سنا کہ وہ بڑے درد اور سوز کے ساتھ اپنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔" ترجمہ

(۱) اے میری اونٹنی جب تو نے مجھے میدانی علاقے سے چار دن کی مسافت کے فاصلے پر پہنچا دیا۔ تو تو نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

Marfat.com

(۲) اے اللہ تیری شان انعام کرنا ہے اور تُو ہر عیب سے پاک ہے۔ مجھ کو اپنے اہل وعیال میں واپس نہ لانا۔

(۳) اور مُسلمان آگئے اور مجھے سرزمین شام میں چھوڑ دیا جہاں مَیں ٹھہرنا چاہتا تھا تجھ کو ہر قریبی نسب والے نے اللہ کی طرف جاتے ہُوئے چھوڑ دیا اور بھائی بندی ختم کرادی۔

(۴) اس وقت مَیں تر اور خشک کھجوروں کے خوشہ سے بے نیاز ہُوں کہ اپنی سیرابی کے لیے اسے جھاڑ دوں"۔

مَیں یہ اشعار سُن کر رونے لگا۔ اس پر حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنا دُرّہ اُٹھایا اور کہا کہ

"اے بے وقوف تیرا کیا حرج ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے او اور تُو میرے خاندان میں میرے کجاوے کو واپس لے جائے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پُوری کر دی اور وہ بڑی بہادری سے لڑتے ہُوئے اس جنگ میں شہید ہو گئے۔

حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جب ان تینوں سالاروں کی شہادت کی خبر ملی تو آپؐ نے بادیدۂ تر ارشاد فرمایا

"یہ میرے بھائی۔ میرے غم خوار۔ اور مجھ سے بات چیت کرنے والے تھے"۔

جگر کٹتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ایک بار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار کو روتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا کہ تم لوگ کیوں روتے ہو؟ تو انھوں نے کہا

"اے عمّ رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں یاد آتی ہیں تو جگر کٹتے ہیں اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں۔"

Marfat.com

جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مسوؔر رضؓ بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا جو مسلمان ہو چکی تھیں حالانکہ اس وقت جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمۃ الزہرؓا بھی بقید حیات تھیں اور ان کے گھر کی رونق تھیں۔ لیکن ابوجہل کے خاندان والوں نے یہ ضروری سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا جائے اور آپؐ سے اجازت طلب کی جائے تاکہ یہ بات آپؐ کے لیے باعثِ رنج نہ ہو کیونکہ آپؐ کی نورِ نظر شاید سوکن کو برداشت نہ کر سکیں۔ جب یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اور خاندان ابوجہل کے افراد نے آپؐ سے اجازت طلب کی تو آپؐ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا۔

"آلِ ہشام علی رضؓ بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے اس کی اجازت مانگتے ہیں لیکن میں اجازت نہ دوں گا کبھی نہ دوں گا۔ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم، اللہ کے رسولؐ کی بیٹی اور ایک دشمنِ خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح

Marfat.com

ہیں جمع نہیں ہو سکتیں"۔

یہ ارشاد سن کر حضرت علیؓ نے نہایت سعادت مندی سے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن حضرت عتّابؓ بن اُسید ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کے لیے صرف اس لیے تیار ہو گئے کہ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرہؓ پر سوکن لانے کا امکان ہی باقی نہ رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورِ نظر پر سوکن لانے کو کبھی پسند نہیں فرمائیں گے۔

Marfat.com

افشائے راز

۵ ہجری میں جنگِ احزاب کے موقع پر کُفر کی تمام طاقتیں قریش کے ساتھ مل کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئیں اس وقت اگرچہ مدینہ منورہ کے یہود بنو قریظہ بظاہر مسلمانو کے حلیف تھے مگر در پردہ قریش کے ساتھ تھے اور دِل سے چاہتے تھے کہ مسلمان ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائیں اس لیے انھوں نے بغلی گھونسہ بن کر مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لیے ہر ممکن چال سے کام لیا اور حالات یہاں تک نازک ہو گئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن معاذ رئیس اوس اور حضرت سعدؓ بن عبادہ رئیس خزرج کو بنو قریظہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ اس موقع پر شرارت نہ کریں اور اگر مسلمانوں کی مدد نہیں کرنا چاہتے تو غیر جانبدار رہی رہیں مگر ان بدبختوں نے ان رئیسوں کی باتیں سُن کر بڑی بے باکی سے کہا

"ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں اور ہمارا ان سے کوئی قول و قرار نہیں ہے"

Marfat.com

آپؐ کو ان کا یہ جواب سُن کر سخت صدمہ ہُوا اور اس وقت تو آپؐ خاموش رہے مگر جب اللہ پاک نے مُسلمانوں کو قریش اور ان کے حلیفوں پر فتح عطا فرمائی تو آپؐ نے بنو قریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا ضروری سمجھا اور ۲۳ ذی قعدہ ۵ ہجری کو جب کہ آپؐ مجاہدین کے ساتھ خندق چھوڑ کر مدینہ میں داخل ہُوئے تھے۔ مجاہدین کا دستہ حضرت علیؓ کو دے کر مقدمتہ الجیش کی حیثیت سے بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور مؤذن کو ارشاد ہُوا کہ منادی کر دی جائے کہ لوگ ہتھیار نہ کھولیں اور نماز عصر بھی بنو قریظہ کی بستی کے پاس پہنچ کر پڑھیں۔

بنو قریظہ کو اپنے قلعوں پر بڑا ناز تھا لیکن جب مُسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور سختی بڑھتی گئی تو چند ہی روز میں ان کی آنکھیں کھل گئیں اور آخر کار ایک روز ان کا سردار کعب بن اسد جو کہتا تھا کون محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ اپنی برادری کو جمع کر کے کہنے لگا۔ کہ اب حالات بدتر ہوتے جا رہے ہیں اور باہر سے کسی کمک کے ملنے کی اُمید نہیں ہے ہمارا غلہ ختم ہونے والا ہے۔ اور مُسلمان ہمیں بدعہدی کی سزا دیے بغیر یہاں سے ہرگز واپس نہ جائیں گے اس لیے میں تمہارے سامنے تین تجویزیں رکھتا ہُوں ان میں سے کوئی ایک مان لو تاکہ نجات حاصل ہو سکے۔

(۱) محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آؤ۔

(۲) اپنے بال بچوں کو قتل کر کے مُسلمانوں پر زوردار حملہ کر دو۔

(۳) آج سبت کی رات ہے اور مُسلمان مطمئن ہیں کہ یہودی آج رات کوئی شرارت نہیں کریں گے لہٰذا ان پر شب خون مارو۔

مگر یہودیوں نے ان میں سے ایک بھی تجویز قبول نہ کی اور کہا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہو کہ بشیرؓ بن عبدالمنذر (یعنی ابو لبابہؓ) کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے صُلح کی گفت و شنید کر سکیں۔

ابو لبابہؓ اوس کے حلیف تھے اور اوس بنو قریظہ کا حلیف تھا اس لیے یہودیوں کا خیال تھا کہ ابو لبابہؓ ان کی حمایت کریں گے جب یہودیوں کا وفد یہ پیغام لے کر حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلّم کے پاس پہنچا اور ان سے اپنا مدعا بیان کیا تو آپ نے ابولبابہ کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ وُہ جب بنو قریظہ کی بستی میں پہنچے تو عورتیں بچّے اور مرد ان کے گرد اکٹھا ہو کر رونے لگیں اور بے تاب ہو کر انھوں نے پُوچھا کہ ابولبابہؓ کیا ہم بلا شرط مُسلمانوں کی اطاعت قبول کرلیں؟ ابولبابہؓ نے فرمایا "ہاں" اور پھر وفور جذبات کی وجہ سے بے اختیار انگلی سے گلے کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ بے دریغ قتل کیے جاؤ گے۔

بنو قریظہ ابھی کوئی فیصلہ بھی کرنے نہ پائے تھے کہ ابولبابہؓ کو اپنی اس غلطی کا شدّت سے احساس ہُوا کہ اُنھوں نے مُسلمانوں کا ایک قیمتی راز فاش کر دیا ہے۔ وُہ اس ندامت کی وجہ سے موقع پاکر وہاں سے کھسک گئے اور واپس مدینہ میں آکر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات کی اطّلاع دینے کی بجائے مسجد نبویؐ میں داخل ہُوئے اور ایک ستون کے ساتھ خود کو جکڑ ا اور یہ عہد کیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ ان کی اس لغزش کو معاف نہیں کر دیتے وُہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے۔

جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس واقعہ کی اِطّلاع ملی تو آپ نے فرمایا
"کاش ابولبابہؓ میرے پاس چلے آتے تو مَیں ان کے لیے اپنے رَبّ سے معافی کی درخواست کرتا۔ لیکن اَب اُنھوں نے خود ہی اپنے لیے یہ راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اس لیے مَیں ان کے معاملے میں اب خُدا کے فیصلے کا منتظر ہُوں۔"

ابولبابہؓ اب رات دِن بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے اور دُعائیں کرتے رہتے تھے کہ خدایا تُو غفور الرحیم ہے میری خطا معاف کر دے۔ کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ صرف نماز اور ضروری حاجتوں کے لیے زنجیر کھول لیتے اور پھر اپنی لڑکی سے زنجیر بندھوا لیتے ابولبابہؓ کو اس عالم میں کئی دِن گزر گئے اور ایک روز نقاہت کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اللہ پاک کی رحمت جوش میں آگئی اور رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر یہ وحی طلوعِ فجر سے پیشتر نازل ہُوئی۔

"مسلمانو۔ تم اللہ اور رسولؐ کے معاملہ اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو

حالانکہ تم کو ان کا علم ہے اور اچھی طرح جان لو کہ بے شک تمہارے بھائی اور اولاد فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ نزول وحی پر آپؐ متبسم ہوئے تو ام المؤمنینؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپؐ کو اسی طرح ہمیشہ ہنسائے یہ کیا معاملہ ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا

"ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی"

ام المؤمنینؓ نے فرطِ مسرت سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت ہو تو میں یہ مژدہ ابولبابہؓ کو سنا دوں۔ آپؐ نے فرمایا

"ہاں — اگر تم چاہو"

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کا حجرہ مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا انھوں نے وہاں سے ہی پکار کر فرمایا

"ابولبابہؓ مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی"

یہ خبر شہر میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق مبارک دینے کے لیے مسجد نبویؐ کی طرف لپکے اور جب انھوں نے ابولبابہؓ کو کھولنا چاہا تو آپ نے انھیں سختی سے منع کر دیا اور کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خود نہ کھولیں گے میں بدستور اس ستون کے ساتھ بندھا رہوں گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولبابہؓ کے وعدہ کی خبر ملی تو آپؐ وہاں تشریف لائے اور خود اپنے دستِ مبارک سے زنجیر کھول کر ابولبابہؓ کو آزاد کر دیا۔

Marfat.com

شوقِ شہادت

"خیر البشر کے چالیس جان نثار" کی روایت ہے کہ ۶ شوال ۳ ہجری کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد پر جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ بنو سلمہ کے چار نوجوان جو حضرت عمرو بن جموح سلمی کے فرزند تھے —— آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم چاروں بھائی لڑائی میں شریک ہو رہے ہیں ہمارے والد ضعیف العمر ہیں اور ان کے ایک پاؤں میں لنگ بھی ہے لیکن ہمارے ساتھ وُہ بھی لڑائی میں شامل ہونے پر بضد ہیں ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"تمہارے والد اپنی معذوری کی بنا پر فریضۂ جہاد ادا کرنے کے مکلف نہیں ہیں تم نے ان کو یہ سمجھایا ہوتا"۔

نوجوانوں نے عرض کی۔

Marfat.com

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے انھیں بہتیرا سمجھایا لیکن وہ کسی صورت میں نہیں مانتے۔"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اچھا تو انھیں میرے پاس لاؤ۔"

نوجوان اپنے گھر گئے اور تھوڑی دیر بعد وہاں سے پلٹے تو ان کے ساتھ گھنگھریالے بالوں والے گورے رنگ کے ایک سفید ریش بزرگ بھی لنگڑاتے ہوئے آئے یہ ان کے والد تھے انھوں نے بڑی عقیدت و احترام سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کی

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان اس عاجز کے لیے کیا حکم ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر نہایت شیریں لہجے میں فرمایا

"میں نے سنا ہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ لڑائی پر جانا چاہتے ہیں آپ کا خلوص اور جذبۂ فدویت اللہ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے لیکن آپ کی عمر اب لڑائی میں حصہ لینے کی نہیں ہے۔ اور آپ ایک پاؤں سے معذور بھی ہیں اس لیے آپ جہاد پر جانے کے مکلف نہیں ہیں امید ہے حق تعالیٰ آپ کو اپنی نیت کے بدلے جہاد کا ثواب عطا فرماتے گا۔"

وہ بزرگ بڑے جوش کے ساتھ عرض پیرا ہوئے

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ لڑکے بھی مجھ کو جہاد میں جانے سے روک رہے ہیں لیکن خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ میں اگر راہِ حق میں لڑ کر مارا جاؤں تو اس پاؤں کو گھسیٹتا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا واللہ مجھے اپنی ہمرکابی کی اجازت مرحمت فرمائیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جوشِ اخلاص سے بہت متاثر ہوئے اور ان کے

Marfat.com

فرزندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا

"بیٹو۔ اب ان کو نہ روکو۔ شاید ان کے مقدر میں رتبۂ شہادت پر فائز ہونا ہی لکھا ہو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر یہ بزرگ اپنے بیٹوں کے ساتھ خوش خوش گھر لوٹے ہتھیار سنبھالے اور پھر بڑے عجز والحاح کے ساتھ بارگاہِ رب العزت میں دعا مانگی۔

"الٰہی مجھ کو شہادت نصیب فرمانا اور مجھ کو نا امید گھر واپس نہ لانا۔"

اس کے بعد وہ سیدھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ آپؐ کی ہمرکابی میں میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو گئے جہاں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے جنگ ختم ہونے کے بعد جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے تو عمروؓ بن جموح کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر فرمایا

"خدا کے بعض بندے کوئی قسم کھا لیتے ہیں تو خدا اس کو پورا کر دیتا ہے عمروؓ بھی ایسے ہی بندوں میں سے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ جنت میں چل پھر رہے ہیں اور ان کا لنگڑا پاؤں درست ہو گیا ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

"میں عمروؓ کو جنت میں اپنے لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔"

Marfat.com

جانثار بیٹا

شعبان ۸ ہجری میں غزدہ بنی مصطلق میں مشرکین کو شکست دینے کے بعد لشکر اسلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مریسیع کی بستی کے قریب ایک جگہ چند روز کے لیے پڑاؤ ڈال دیا۔ جہاں اونٹوں کو پانی پلانے پر ایک انصاری اور ایک مہاجر کے درمیان جھگڑا ہوا اور معاملہ کشت وخون تک پہنچنے کے قریب آگیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ فوراً اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور موقع پر جا کر فرمایا

"یہ جاہلیت کی دہائی کیسی ہے۔ تم لوگ کہاں اور جاہلیت کی دہائی کیسی ؟

اسے چھوڑ دو یہ بہت بری چیز ہے"

آپ کا یہ ارشاد سن کر لوگوں نے انصاری اور مہاجر کو گلے ملوا دیا اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو اس لشکر میں موجود تھا۔ اپنے ساتھیوں کو جمع کرنے کے بعد نہایت رازداری سے کہنے لگا۔

Marfat.com

"یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کرا دھرا ہے اگر تم مہاجرین کی امداد بند کر دو تو وہ تنگ آکر خود ہی مدینہ چھوڑ دیں گے۔ خدا کی قسم مدینے واپس جا کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو شہر بدر کر دے گا۔"

یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور آپ نے عبداللہ بن ابی (منافق) سے اس کی تصدیق کرانی چاہی تو وہ جھوٹی قسمیں کھا کر صاف مکر گیا۔

اس کے بارگاہِ نبوتؐ سے واپس لوٹنے کے تھوڑی دیر بعد سورۃ منافقون نازل ہوئی اور اللہ پاک نے سب بات واضح کر دی۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ کو ابن ابی کی حرکت پر ایسا غصہ آیا کہ انھوں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اجازت دیں تو میں اس منافق کا سر اڑا دوں اور اگر آپؐ یہ مناسب نہ سمجھیں تو انصار میں سے سعدؓ۔ معاذؓ بن جبل۔ عبادؓ بن بشر یا محمدؓ بن مسلمہ کو حکم دیں کہ وہ اس کا قصہ پاک کر دیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین اور کریم تھے اور کریم تو دشمن پر قابو پا کر بھی اسے معاف کر دیتا ہے اس لیے آپؐ نے فرمایا۔

"تم ایسا مت کرو لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے ہیں۔"

اس منافق عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ ہی تھا جو سچے اور مخلص مسلمان تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ نے آپؐ کو ذلیل کہا خدا

Marfat.com

کی قسم وہ خود ذلیل ہے —— اگرچہ میں اپنے باپ کا اطاعت گزار ہوں لیکن آپ حکم دیں تو ابھی اس کا سر اڑائے دیتا ہوں۔ دوسرا کوئی اسے قتل کرے گا تو شاید میرے دل میں انتقام کا جذبہ بیدار ہو جائے اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔"

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو حضرت عمر فاروق رضؓ کو دیا تھا۔ اس کے بعد جب لشکرِ اسلام مدینہ واپس ہوا تو عبداللہ رضؓ تلوار سونت کر باپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا

"تم اقرار کرو کہ تم ذلیل ہو میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مدینہ میں ہرگز داخل نہ ہونے دوں گا۔"

اس پر ابن اُبی چیخنے چلانے لگا کہ دیکھو میرا بیٹا ہی مجھے مدینہ میں داخل ہونے سے روک رہا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے عبداللہ رضؓ کو کہلا بھیجا کہ

"اپنے باپ کو گھر آنے دو جب تک یہ ہم میں موجود ہیں ہم ان سے اچھا برتاؤ ہی کریں گے۔"

عبداللہ رضؓ نے ارشادِ نبویؐ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا محبوبِ خدا کا حکم ہو اور عبداللہ رضؓ کسی تذبذب کا شکار ہو جائے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ انھوں نے اپنے آقاؐ کے اس فرمان کی تعمیل میں اپنے منافق باپ کا راستہ چھوڑ دیا اور اس طرح یہ بدبخت شہر میں داخل ہو سکا۔

Marfat.com

جذبۂ جہاد

۱۷ رمضان ۲ ہجری جمعہ کے روز بدر کے میدان میں جب کفر و اسلام کی جنگ شروع ہوئی اور اس میں رفتہ رفتہ شدت آتی چلی گئی تو مشرکین کی صفوں میں سے ایک بہت قوی ہیکل جنگجو عاصم بن ابی عوف ہنکارتا ہوا نکلا۔ یہ بنو سہم کا مشہور شمشیر زن تھا اس نے بڑے جوش و جذبہ اور غیض و غضب سے مسلمانوں کو للکارا اور اپنی تلوار لہراتے ہوئے بڑے زور سے پکارا

"اے گروہ قریش اس شخص سے ہرگز ہاتھ نہ روکنا جو قاطع رحم اور قبیلوں میں فساد ڈالنے والا ہے آج میں اس کو مار ڈالوں گا یا خود اپنی جان دے دوں گا"

اس جہنمی کی "اس شخص" سے مراد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ آپ پر حملہ کرنے کے لیے مسلمانوں کی صفوں میں گھس جانے کی فکر میں تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابودجانہؓ جن کا اصل نام سماکؓ بن خرشہ ساعدی تھا۔ اور جنھوں نے اپنے سر پر

پرایک سُرخ پٹی باندھ رکھی تھی۔ باہر آتے وُہ قد و قامت میں اس ظالم سے کم تھے لیکن جوشِ جہاد نے ان میں بجلی سی دوڑا دی تھی۔ وُہ نہایت سُرعت سے عاصم کے قریب پہنچے اور اسے سنبھلنے کا موقعہ دیے بغیر اس پر اپنی تلوار کی ایسی بھرپور ضرب لگائی کہ وُہ ایک ہی وار سے چشم زدن میں خاک و خُون میں لوٹنے لگا۔

ابو دجانہؓ ابھی ارادہ ہی کر رہے تھے کہ عاصم کا سامان اُٹھا لیں کہ ایک دُوسرا مشرک معبد بن وہب کلبی تلوار لہراتا ہُوا اپنی صف سے نکلا اور ان پر جھپٹا لیکن ابو دجانہؓ فوراً دوزانو بیٹھ گئے اور اس کا وار خالی گیا اب اُنھوں نے بھی اس پر اپنی تلوار سے تابڑ توڑ حملے کیے۔ لیکن کوئی وار کاری ثابت نہ ہُوا تاہم معبد بدحواس ہو کر بھاگ نکلا۔ اور اس نے ایک گڑھے میں چھلانگ لگا دی۔ مگر ابو دجانہؓ بھی اس کے اُوپر ہی کود پڑے جہاں اُسے دبوچ کر بکرے کی طرح ذبح کر دیا اور نہایت جوش و جذبہ کے ساتھ گڑھے سے باہر آ کر کفار کی صفوں میں گھس گئے جن پر ان کی دہشت طاری ہو چکی تھی۔

Marfat.com

اَب کون بچائے گا

واقدی نے حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار یہ اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب کے لوگ آپ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ منورہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے ان کے سردار کا نام دعثور بن حارث بن محارب ہے جو اپنے لقب غورث سے زیادہ مشہور ہے۔

یہ خبر سن کر آپ نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دے دیا اور ۴۵۰ مجاہدوں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے جب آپ ایک دشوار گزار گھاٹی سے گزر کر ذی القصہ کے مقام پر پہنچے تو صحابہؓ قبیلہ بنو ثعلبہ کے ایک شخص جبار نامی کو پکڑ کر آپ کے پاس لے آئے جب اس سے تفتیش کی گئی تو اُس نے بتایا کہ وہ مدینہ منورہ میں جاسوسی کے لیے جا رہا ہے آپ نے اس کو اسلام کی دعوت پیش کی جسے اس نے قبول کر لیا اور عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لوگ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں ان کے

بہت سے راز آپؐ کو بتاؤں گا "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب آپؐ دعثور کے ساتھیوں کے سامنے والے اونچے پہاڑ پر پہنچے اور ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سرکوبی کے لیے خود ان کے علاقہ میں داخل ہو گئے ہیں تو خوف کے مارے ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ پہاڑوں میں چھپ گئے۔ لیکن ان کی اس افراتفری کی اطلاع لشکرِ اسلام کو نہ مل سکی اور وہ ایسی جگہ چھپنے میں کامیاب ہو گئے جہاں سے وہ تو مسلمانوں کو دیکھ سکتے تھے مگر مسلمانوں کے لیے انہیں دیکھنا ممکن نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقہ میں مقام ذی امر پر پڑاؤ ڈال دیا۔ اور اس دوران بارش شروع ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارش سے تھوڑی دیر پہلے قضائے حاجت کے لیے خیموں سے کافی دور جا چکے تھے۔ بارش کی وجہ سے آپؐ کے کپڑے بھیگ گئے اور آپؐ نے قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد ایک تہ بند کے سوا تمام کپڑے اتار کر ایک درخت پر پھیلا دیے تاکہ وہ سوکھ جائیں کیونکہ اس اثناء میں دھوپ نکل آئی تھی۔ آپؐ اس انتظار میں ایک درخت کے سایہ میں لیٹ گئے جہاں آپؐ کی آنکھ لگ گئی۔ آپؐ اس وقت بالکل تنہا تھے۔ اور کوئی نزدیک بھی نہیں تھا۔ شرپسندوں نے جب آپؐ کو تنہا اور محوِ خواب دیکھا تو اپنے سردار دعثور کو اس کی اطلاع دی جو ان کے خیال میں سب سے زیادہ شجاع تھا تاکہ وہ آپؐ پر حملہ کر دے۔

دعثور اپنی تلوار لیے ہوئے دبے پاؤں پہاڑی سے اتر کر آپؐ کے سرہانے جا کھڑا ہوا اور دھمکی دیتے ہوئے بولا

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاؤ اب میری تلوار سے آج کون تمہیں بچا سکتا ہے "

آپؐ نے اس کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں اور اسے اپنے سرہانے تلوار لہراتے ہوئے دیکھ کر نہایت اطمینان سے فرمایا

"اللہ"

یہ پُر رعب آواز اور اللہ کا اسم ذاتی سن کر اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ سید المرسلینؐ کی زبان مبارک سے پُر رعب الفاظ نکلیں اور دشمن پر کپکپی طاری نہ ہو۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ آپؐ کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دشمن پر آپؐ کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔

اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اور وہ سراسیمہ سا ہو کر رہ گیا اس کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ وہ خود بھی زمین پر گرنے والا تھا۔

آپؐ نے پورے اطمینان سے اُٹھ کر اس کی تلوار کو اپنے دست مبارک میں تھاما اور اس کے بالکل مقابل کھڑے ہو کر فرمایا

"اب بتاؤ کہ آج تمہاری جان کون بچا سکتا ہے"

اس نے کپکپاتے ہوئے کہا

"کوئی بھی نہیں"

آپؐ نے تبسم فرمایا اور اسے معاف کرتے ہوئے اس کی تلوار اُسے واپس دے دی۔

دعثور اس غیر متوقع سلوک کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے کھیلنے کے لیے بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن اپنے منصوبے میں ناکام رہا۔ اور اب اپنے انجام کے خوف سے کانپ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم اس پر ابر کرم بن کر برسا۔ بغض اور کینے کا گرد و غبار ڈھل گیا اس کی شجاعت کا جوہر نکھر گیا اور حق بات کو پرکھنے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے کا جذبہ بروئے کار آ گیا۔

Marfat.com

اُس نے سچے دِل سے کلمہ شہادت پڑھا اور بصد عجز و نیاز عرض کیا۔
"خدا کی قسم آج کے بعد میں کبھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت نہ کروں گا۔ خُدا کی قسم آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم مجھ سے بہت بہتر اور بہت اعلیٰ و ارفع ہیں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سلوک کتنا اچھا اور دِل جیت لینے والا ہے"

Marfat.com

غلّے کا تاجر

یہ ۶ ہجری اور بعض روایات کے مطابق ۹ ہجری کا واقعہ ہے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منذر بن ساوی کے نام دعوتِ اسلام کا مکتوب گرامی حضرت علاءؓ بن حضرمی کے ذریعے بھیجا اور منذر اس سے متاثر ہو کر اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ حضرت علاءؓ بن حضرمی اپنے مشن کی کامیابی کے بعد جب واپس لوٹے اور ان کا گزر یمامہ میں سے ہُوا تو یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثال حنفی سے سرراہے ان کی ملاقات ہو گئی۔ اسے آپ پر مبہم سا شک گزرا اور اس نے ان سے پوچھا

"کیا تم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ایلچی ہو؟"

اُنھوں نے کہا

"ہاں"

ثمامہ جو دل سے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف تھا اس پر غضب ناک ہو گیا اور انتہائی غُصّے کے عالم میں بولا

Marfat.com

"میں تمہیں زندہ واپس نہیں جانے دوں گا۔"

اور اس نے ارادہ کر لیا کہ حضرت علاءؓ کو قتل کر دے لیکن اس کے چچا عامر نے جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اسے اپنے ارادے کی تکمیل سے باز رکھا اور بولا

"ثمامہ کیا تم دیوانے ہو گئے ہو تمہارا اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا جھگڑا ہے؟"

اس طرح عامر کی بروقت مداخلت سے حضرت علاءؓ کی جان بچ گئی اور انھوں نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سارا واقعہ عرض کیا جس پر آپؐ نے دُعا فرمائی

"یا اللہ عامر کو ہدایت سے سرفراز فرما اور ثمامہ پر مجھے غلبہ عطا کر۔"

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ نجد کی طرف روانہ فرمایا تاکہ ثمامہ کے خلاف مناسب کارروائی کی جائے جب وُہ یمامہ کے مضافات میں پہنچے تو انھیں معلوم ہُوا کہ ثمامہ بھی قریب ہی موجود ہے انھوں نے تھوڑی سی جستجو کے بعد بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ لیا — یہی ثمامہ بن اثال بنو حنیفہ کا سردار تھا — وُہ اُسے گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائے اور مسجد نبویؐ کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ مجاہدین نے اُسے اس پھرتی سے گرفتار کر لیا تھا کہ کشت و خون کی نوبت ہی نہ آئی۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کاشانہ مُبارک سے باہر تشریف لائے تو مسجد کے ستون سے ایک شخص کو بندھا ہوا پایا۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا

"ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟"

اس نے آپؐ کی طرف بغور دیکھا اور سمجھ گیا کہ آپؐ ہی مُسلمانوں کے سردار حضرت

Marfat.com

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس نے نہایت پُرسکون لہجہ میں جواب دیا

"یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا حال اچھا ہے۔ اگر آپؐ مجھے قتل کر دیں تو یہ ایسے شخص کا قتل ہوگا جس کے خون کی قیمت ہے

اگر مجھ پر احسان کریں گے تو یہ ایسے شخص پر احسان ہوگا جو احسان کا بدلہ دینا جانتا ہے

اور اگر آپؐ کو مال و دولت درکار ہو تو جتنا مانگنا چاہتے ہیں مانگ لیجیے۔"

آپؐ نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا اور وہاں سے تشریف لے گئے۔ ثمامہ آپؐ کو دُور تک دیکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں مختلف قسم کے خیالات طوفانی لہروں کی طرح اُٹھ رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُوسرے دِن بھی اس کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہے۔ ثمامہ نے بھی حسبِ سابق اپنا جواب دُہرایا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کچھ فرمائے وہاں سے رُخصت ہوگئے۔

تیسرے دِن بھی ایسا ہی ہُوا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو حُکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ اُسے رہا کر دیا گیا۔

ثمامہ جو اپنے آپ کو واجب القتل سمجھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غیر متوقع حسن سلوک دیکھ کر دنگ رہ گیا اس کے دِل کی کائنات میں بڑی خوشگوار تبدیلی ہُوئی۔ وہ مسجد نبویؐ سے نکل کر کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچا اور غسل کرکے واپس مسجد نبویؐ کے اسی ستون کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے ثمامہ کو دیکھ کر آپؐ نے تبسم فرمایا ثمامہ نے روئے انور کی جاذبیت سے جرأت اور حوصلہ کی دولت پائی اس نے آگے بڑھ کر کلمہ شہادت پڑھا اور نہایت انکساری سے بولا

Marfat.com

"خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے روئے زمین پر کسی دوسرے چہرے سے نفرت نہ تھی لیکن اب آپ کا روئے مبارک میرے نزدیک دنیا بھر کے تمام چہروں سے محبوب ہو گیا ہے۔

آپ کے دین سے زیادہ مجھے دنیا کے کسی دوسرے دین سے عداوت نہ تھی لیکن آج مجھے آپ کا دین دنیا کے ہر دین سے زیادہ عزیز ہے۔ مجھے آپ کے شہر سے زیادہ کسی دوسرے شہر سے کراہت نہ تھی۔ مگر آج آپ کا شہر مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ کے سواروں نے جب مجھے پکڑا تھا۔ تو میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ اب آپ میرے لیے کیا فرماتے ہیں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہؓ کو بشارت دی اور عمرہ پر جانے کا مشورہ بھی دیا مکہ مکرمہ والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ بنو حنیفہ کا سردار اور رئیس نجد ثمامہؓ بن اثال مسلمان ہو گیا ہے تو انھوں نے آپ کو طرح طرح سے بہکایا مگر آپ نے ان کی ایک نہ سنی اور آخر میں انھیں دھمکی دیتے ہوئے کہا

"سن لو — میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر لیا ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب تمھیں یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں دیا جائے گا جب تک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کی اجازت نہ دیں گے۔"

قریش تو خاموش ہو گئے لیکن آپ نے یمامہ واپس جا کر واقعی غلے کی ترسیل بند کر دی۔ جس سے مکہ میں ہلچل مچ گئی اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرِ پیکار رہنے کے باوجود استدعا کی کہ یمامہ سے غلے کی ترسیل کا حکم صادر فرمائیں۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی نے جوش مارا اور آپ کا کرم ان کی کشتِ اُمید کو سرسبز و شاداب کر گیا۔ آپ نے ثمامہؓ کو حکم دیا کہ وہ حسبِ سابق اہلِ مکہ کو غلہ مہیا کرتا رہے۔

Marfat.com

سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں
"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔
(کوئی بھی آپ کی سخاوت کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ کہ خود فقیرانہ زندگی بسر
کرتے تھے اور عطا میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے)

ایک دفعہ سخت احتیاج (ضرورت) کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کی حالت میں آپ نے پہنی۔ اس وقت ایک شخص نے مانگ لی آپ نے مرحمت فرمادی۔

آپ قرض لے کر ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا فرماتے تھے۔ اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت اگر کہیں سے کچھ آگیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو جب تک وہ تقسیم نہ ہو جاتا گھر میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔ بالخصوص رمضان المبارک کے مہینہ میں آخیر تک بہت ہی فیاض رہتے۔ (حتیٰ کہ آپ کی گیارہ ماہ کی فیاضی بھی اس

Marfat.com

مہینہ کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں جب بھی حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے اور آپ کو کلام اللہ سناتے اس وقت آپ بھلائی اور نفع رسانی میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے۔

فضائل نبوی

ترمذی کی حدیث سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوّے ہزار درہم جس کے تقریباً بیس ہزار روپے سے زیادہ ہوتے ہیں۔ کہیں سے آئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوریئے پر ڈلوا دیے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کرا دیے۔ ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں۔ تم کسی سے میرے نام پر قرض لے لو۔ جب میرے پاس ہو گا ادا کر دوں گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ نے فرمایا ہو میں نہیں دیتا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ خاص کر ماہِ رمضان میں تو بہت ہی سخی ہو جاتے تھے۔

(صحیح بخاری)

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا

"اے ابوذرؓ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس کوہ اُحد کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے میرے پاس ایک اشرفی بھی بچ رہے سوائے اس کے جو ادائے قرض کے لیے ہو تو اے ابوذرؓ میں

اس مال کو دونوں ہاتھوں سے خدا کی مخلوق میں تقسیم کر کے اُٹھوں گا۔"

(صحیح بخاری)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ اشرفیاں تھیں۔ چار تو آپؐ نے خرچ کر دیں اور دو آپؐ کے پاس بچ رہیں۔ ان کی وجہ سے آپؐ کو تمام رات نیند نہ آئی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ معمولی بات ہے صبح ان کو خیرات کر دیجیے گا۔ آپؐ نے فرمایا اے حمیرہ۔ کیا خبر میں صبح تک زندہ رہوں گا یا نہیں"۔

(مشکوٰۃ)

ارشادِ نبویؐ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا

"رب کعبہ کی قسم وہ بڑے خسارے میں ہیں"

میں نے عرض کیا

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان وہ کون لوگ ہیں؟"

فرمایا

"وہ لوگ جو بڑے سرمایہ دار ہیں

سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں (ہر طرف بھلائی کے کام میں) خرچ کیا اور ایسے لوگ کم ہیں"

(بخاری و مسلم)

Marfat.com

جب سینے پر ہاتھ رکھا

مکہ مکرمہ میں فضالہ بن عمیر بن ملوح اللیثی عرصہ سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض وعناد کی آگ میں جل رہا تھا۔ لیکن اُسے آپ پر ہاتھ اُٹھانے کا موقع نہ ملتا تھا۔ آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے قریش سے جنگیں بھی لڑیں۔ لیکن فضالہ کی اُمید بر نہ آئی۔ اس دوران مکہ مکرمہ کی ایک عورت سے عشق ہوگیا اور نامہ و پیام سے بڑھ کر رابطہ بھی قائم ہوگیا۔ اگرچہ جنسی ہوس میں مبتلا تھا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ذرہ بھر کمی نہ آئی۔ حتیٰ کہ مکہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔

فضالہ کے دل میں کدورت اور نفرت کی آگ کا شعلہ جوالہ بھڑک اٹھا۔ اور وہ موقع کی تاک میں کھو گیا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے ہیں تو کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ راستے میں اس کی محبوبہ ملی اور ارتباط واختلاط کی دعوت دی۔ مگر جواب میں اس نے صرف اتنا کہا

"میں ایک بہت بڑے کام پر جا رہا ہوں واپسی پر ملاقات ہوگی"

Marfat.com

اس کی محبوبہ مُسکرا کر خاموش ہوگئی اور وہ اپنی دھن میں آگے بڑھ گیا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بھی طواف کرنے لگا اور جب آپؐ کے قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا

"فضالہ ہے؟"

اس نے عرض کیا

"جی ہاں"

آپؐ نے دریافت فرمایا

"تُو ابھی دِل میں کیا سوچ رہا تھا؟"

فضالہ نے جواب دیا

"کچھ نہیں ـــــ میں تو بس اللہ کے ذکر میں مشغول تھا"

اس کی یہ بات سُن کر آپؐ مُسکرا دیے اور فرمایا

"اللہ سے استغفار کرو"

اور اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر آپؐ نے اس کے سینے پر اپنا دست مُبارک رکھ دیا۔ جس کے لمس سے اس کے دِل کی دُنیا ہی بدل گئی۔

فضالہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کو شہید کرنے کے ارادہ سے نکلا تھا۔ جس کا اشارہ بھی آپؐ نے کر دیا ـــ لیکن کچھ کہنے ـــ ڈانٹنے یا جرابی کارروائی کرنے کی بجائے آپؐ نے اپنا دستِ شفقت اس کے سینے پہ رکھ کر اس کے لیے صورتِ حال پر غور رکھنے کی راہ کھول دی۔

فضالہؓ کہا کرتے تھے

"خدا کی قسم جونہی آپؐ نے میرے سینے سے اپنا دستِ مُبارک ہٹایا میرے دِل کی حالت بدل گئی بغض و کینہ نکل گئے اور میں آپؐ کے عفو و کرم کی محبّت

Marfat.com

سے سرشار ہو گیا۔ آپؐ مجھے دُنیا و ما فیہا سے محبوب ہو گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے ساری کائنات میں آپؐ ہی مجھے ہر چیز سے زیادہ ناپسند تھے"

اس کے بعد فضالہ رضؓ اپنے گھر کی طرف لوٹے راہ میں محبوبہ سے ملاقات ہو گئی جو آپ کو دیکھ کر مُسکرانے لگی اس نے آپ کو بات چیت کی دعوت دی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ شعر پڑھے (ترجمہ)

اس نے مجھ سے کہا آؤ میرے ساتھ گپ شپ لگاؤ میں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ اور دین اسلام نے اس کی ممانعت کر دی ہے۔ اگر تُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو فتح کے دِن دیکھتی تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ بت کس طرح پاش پاش کیے گئے تھے تجھے پتہ چل جاتا۔ کہ اللہ کا دین کس طرح ہمارے درمیان روشن ہو گیا اور شرک کس طرح رُوسیاہ ہو کر برباد ہُوا۔

Marfat.com

جب کدورت جاتی رہی

شیبہ بن عثمان کا بیان ہے کہ غزوہ حنین میں ایک موقع پر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہیں میرے اندر انتقام کا جذبہ اُبھر آیا کیونکہ میرے باپ کو ایک جنگ میں آپؐ کے چچا زاد علیؓ بن ابی طالب نے اور میرے چچا کو آپؐ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا تھا۔ میں نے سوچا اب موقع ملا ہے۔ کیوں نہ میں آپؐ سے ان دونوں کا انتقام لے لوں یہ سوچ کر میں آپؐ کی طرف بڑھا اور دبے پاؤں آپؐ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ آپؐ کی دائیں جانب آپؐ کے چچا عباس موجود ہیں جو اپنے دشمن کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے زرہ پہن رکھی تھی۔ اور نہایت مستعدی سے اِدھر اُدھر بھی دیکھ رہے تھے۔ میں نے سوچا یہ مجھے کسی قیمت پر آپؐ تک نہیں پہنچنے دیں گے کیونکہ یہ بہادر اور شجاع بھی ہیں اور آپؐ کے سگے چچا بھی ہیں اس لیے انھیں میری تلوار کا شکار نہ ہونے دیں۔ یہ سوچ کر میں آپؐ کی بائیں طرف بڑھا تاکہ مزید پیش قدمی کر سکوں۔ لیکن جب میں چند قدم آگے بڑھا تو دیکھا کہ آپؐ کے

Marfat.com

بالکل قریب آپؐ کے چچا زاد بھائی ابو سفیانؓ بن حارث بن عبد المطلب موجود ہیں جن کے متعلق میرا گمان تھا کہ وہ آپؐ کا دفاع نہایت بے جگری اور جانثاری سے کریں گے۔

جب میرا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ آپؐ کی پشت کی طرف سے آپؐ پر حملہ کروں۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ بالکل آپؐ کی پشت کے قریب پہنچ گیا اور بس اب تلوار چلانے کی کسر باقی تھی کہ یکایک میرے اور آپؐ کے درمیان ایک تیز روشنی حائل ہو گئی اور میں بدحواس ہو کر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف بھاگا۔ عین اس وقت، آپؐ نے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور بلند آواز سے فرمایا

"اے شیبہ۔ اے شیبہ۔ بھاگو نہیں میرے قریب آجاؤ"

خدا جانے آپؐ کی اس آواز میں کیا بات تھی کہ دوڑتے ہوئے میرے قدم رک گئے اور میں کشاں کشاں آپؐ کے قریب آگیا۔ میرا خیال تھا کہ میری گردن اڑا دی جائے گی مگر میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔

"اے اللہ۔ شیبہ سے شیطان کو دور فرما دے"

آپؐ کی دعا مقبول ہوئی اور میں نے اپنے اندر آپؐ کی محبت کا سیلاب امڈتے ہوئے محسوس کیا یہاں تک کہ آپؐ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔

Marfat.com

نوجوان مؤذّن

غزوہ حنین میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ واپس مکہ کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ کہ راستے میں آپؐ نے چند نوجوانوں کو دیکھا جو اس راستے سے ہٹ کر حنین کی طرف جا رہے تھے۔ جب یہ گروہ ذرا دُور نکل گیا۔ تو انھوں نے اذان کی آواز سُنی جو آپؐ کے مؤذن نے دی تھی۔ کیونکہ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لیے لشکر اسلام نماز ادا کرنے کے لیے اس جگہ رُک گیا۔

لڑکوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دُوسروں کی نقل اتارنے اور انھیں طنز و مزاح کا نشانہ بنانے میں دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ یہ گروہ بھی نوجوانوں پر مشتمل تھا اُنھوں نے جب اذان کی آواز سُنی تو اس کے الفاظ کو مذاق اور تمسخر کے طور پر دُہرانا شروع کر دیا۔

ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذرا فاصلے سے ان نوجوانوں کی آواز سُنی تو ایک آدمی کے ذریعے ان کو بُلا بھیجا۔ یہ ڈرتے ڈرتے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے انھیں اندیشہ تھا کہ اس گستاخی اور مذاق کی وجہ سے اُنھیں سزا دی جائے گی اس لیے سہمے

Marfat.com

ہوتے تھے۔ جب وہ آپؐ کے سامنے پیش ہوئے تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کس کی آواز سب سے بلند تھی۔ یہ ارشاد سن کر تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر سب نے ابو محذورہ کی طرف اشارہ کر دیا اور ان کا یہ اشارہ بالکل صحیح سمت تھا کیونکہ ابو محذورہ کی آواز سب سے زیادہ بلند اور شیریں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لڑکوں کو واپس جانے کی اجازت دے دی اور ابو محذورہ کو روک لیا۔

ابو محذورہ سزا کے خوف سے کانپ اُٹھا۔ اس نے گستاخی کی تھی اور اذان کا مذاق اُڑایا تھا۔ اُسے خوب معلوم تھا کہ دُنیا کے جابر ذرا سی گستاخی پر بھی بدترین سزا دینے سے نہیں چوکتے تھے۔ اس نے بھی شعائرِ اسلام کو اپنے مذاق کا نشانہ بنایا تھا اور اب وہ مسلمانوں کے سردار کے سامنے یکہ و تنہا کھڑا تھا۔

ابو محذورہ کا بیان ہے کہ اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے زیادہ مجھے کسی چیز سے نفرت اور عداوت نہ تھی۔ لیکن اب میں ان کے سامنے بے بس کھڑا تھا انھوں نے مجھے حکم دیا

"اذان دو"

"اگرچہ مجھے یہ بات سخت ناپسند تھی کہ میں اذان دوں۔ کیونکہ میں تو اسلام کا سرے سے نہ صرف مخالف بلکہ دشمن تھا لیکن اب مجبوراً مجھے آپؐ کا حکم ماننا پڑا۔"

ابو محذورہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا اور آپؐ نے اسے اذان کے کلمات سکھا کر فرمایا

"اب بلند آواز سے اذان کہو"

جب اُس نے اذان مکمل کی تو آپؐ نے اسے اپنے پاس بلایا اور چاندی سے کچھ حصہ بھری ہوئی ایک تھیلی اسے عنایت فرمائی۔ اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا اور چہرے

Marfat.com

پھر سینے - کلیجے اور پیٹ پر بھی ہاتھ پھیرا اور یہ دُعا فرمائی

"اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اور تجھ پر اپنا فضل و کرم کرے"

پس آپ کے مبارک ہاتھ کے پیارے لمس سے ابو محذورہ کی حالت بدل گئی اور اس نے کہا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مکے میں مؤذن مقرر فرمائیے"

جسے آپ نے قبول فرمایا اور یوں ابو محذورہ سزا کی بجائے جزا اور عطا کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔

Marfat.com

قصیدۂ بانت سُعاد

کعب بن زہیر جن کا تعلق قبیلۂ مضر کی شاخ مزنیہ سے تھا۔ خود بھی شاعر تھے اور ان کے والد زہیر تو زمانۂ جاہلیت کے نامور شعراء میں سے تھے۔ کعب کے بھائی بجیر بھی شعر کہا کرتے تھے۔

صلح نامہ حدیبیہ (۶ ہجری) کے بعد یہ دونوں بھائی اپنے وطن سے نکل کر مقام ابرق العزّاف میں آئے اور بجیر نے کعب سے کہا کہ تم بکریوں کی نگہبانی کرو میں مدینہ جاتا ہوں تاکہ صاحبِ قریش (حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے دریافت کروں کہ وُہ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔

بجیر جب مدینہ پہنچا اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو زبانِ رسالت سے اسلام کی دعوت سُن کر مُسلمان ہو گیا اور پھر مدینہ میں ہی مُستقل قیام کیا کعب کو جب اپنے بھائی بجیرؓ کے قبولِ اسلام اور قیامِ مدینہ کی اطلاع ملی تو سخت غُصّے میں آئے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں چند گستاخانہ شعر لکھ کر ایک

شخص کے ذریعے اپنے بھائی بجیر تک پہنچا دیے جنھوں نے نہایت دکھی دل سے یہ اشعار آپؐ کو سُنا دیے۔

آپؐ کو کعب کی اس حرکت سے سخت رنج ہُوا اور فرمایا

"جو کوئی کعب کو دیکھے اس کو قتل کر دے"

اس فرمانِ نبویؐ کی ایک وجہ یہ تھی کہ کعب ابرق العزاف سے مکہ چلے گئے اور قریش سے مل کر مُسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ اور اپنے اشعار سے مُسلمانوں کی ہجو کیا کرتے تھے۔ اور بعض روایات کے مطابق انھوں نے اپنے بھائی بجیر کو مدینہ بھیجا ہی اس مقصد کے لیے تھا کہ وُہ موقع پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو شہید کر دیں لیکن وہ آپؐ کی دعوتِ اسلام سے متأثر ہو کر مُسلمان ہو گئے اور ان کے دِل کی کائنات ہی بدل گئی۔

خیبر۔ فتح مکہ اور طائف کے غزوات کے بعد جب مُسلمانوں کے عروج کی داستانیں سارے عرب میں گشت کرنے لگیں تو کعب کے بھائی بجیر نے ایک خط لکھ کر اسے اطلاع دی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے چند دشمنانِ اسلام کو قتل کرانے کے بعد باقی کو معاف فرما دیا ہے اور اب موقع ہے تم بھی مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لو تاکہ تمھاری جان بخشی ہو سکے۔ لیکن کعب نے بھائی کے مشورے کو قبول کرنے کی بجائے مختلف قبیلوں میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے حتیٰ کہ ان کے اپنے قبیلے مزنیہ نے انھیں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ اب ان کی آنکھیں کھلیں اور انھوں نے ارادہ کر لیا کہ بجیر کے مشورہ پر عمل کیا جائے۔

آخر ایک روز مُنہ پر ڈھاٹا باندھے ہُوئے اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ میں آئے۔ اونٹنی کو مسجد نبویؐ کے سامنے باندھا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا

Marfat.com

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اپنا دستِ مبارک بڑھائیے میں بیعت کرتا ہوں"

بیعت کرنے کے بعد آپؐ نے پوچھا

"تم کون ہو؟"

تو انھوں نے عرض کیا

"کعبؓ بن زہیر"

یہ سن کر ایک صحابیؓ تلوار لیے ہوئے اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کے قتل کی اجازت عطا فرمائیے"

لیکن آپؐ نے فرمایا

"اب اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اب اسے امان ہے"

کعبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر اطمینان ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اچھا تو تم ہو جس نے وہ اشعار لکھے تھے"

پھر آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا

"ذرا اشعار پڑھیے"

اس ارشاد کی تعمیل میں انھوں نے کعبؓ کے مندرجہ ذیل اشعار سنائے۔ (ترجمہ)

۱۔ بجیر کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ آخر کس چیز نے تجھے غیر کی تباہی و ہلاکت اپنے سر لینے پر آمادہ کیا۔

۲۔ یہ طریقہ تو نہ تمہارے ماں باپ کا تھا۔ اور نہ تمہارے بھائی نے اختیار کیا۔

۳۔ تم کو ابوبکرؓ نے لبریز پیالہ پلایا اور "مامور"[۱] نے تو تمہیں اس پیالے سے خوب خوب

---

[۱] یہ مذمت کے لیے کہا گیا تھا۔ جس کے معنی ہیں کسی جن کا تابعدار اور ماتحت

Marfat.com

سیراب کیا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھا تو کعبؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ مصرع یُوں ہونا چاہیے

مامون نے تجھے اس پیالے سے خوب سیراب کیا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ہاں خدا کی قسم مامون ہی درست ہے"

پھر ارشاد فرمایا

"تم کو بھی امان ہے اور تم بھی اب مامون ہو"

کعبؓ اب بالکل مطمئن اور مسرور ہو گئے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجیے ایک قصیدہ پڑھوں"

آپؐ نے فرمایا

"ہاں تم اپنے اشعار سناؤ"

اس ارشاد پر کعبؓ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

۱۔ سعاد (محبوبہ) مجھ سے جُدا ہو گئی اس لیے میرا دِل اب مریض ہے اور وُہ ایسا غلام اور قیدی ہے جسے (قیدِ عشق سے) کوئی فدیہ دے کر بھی رہائی دلانے والا نہیں۔

۲۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے حالانکہ مجھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عفو کی اُمید ہے۔

۳۔ مَیں برنگ معذرت اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچا عفوودرگزر تو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقبول اور پسندیدہ ہے۔

۴۔ مَیں اس جگہ کھڑا تھا۔ کہ اگر وہاں ہاتھی بھی کھڑا ہوتا اور وہ دیکھتا اور سُنتا جو مَیں دیکھ

Marfat.com

اور سُن رہا تھا۔

۵۔ تو یقیناً لرزنے لگتا اگر اللہ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جُود و سخا اور بخشش نہ ہوتی

۶۔ حتیٰ کہ میں نے اپنا داہنا ہاتھ بغیر کسی مناقشے کے اس دست مُبارک میں دے دیا جو کیے کی سزا دے سکتا تھا اور جس کا قول حتمی تھا۔

۷۔ بے شک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسا نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک ہندی شمشیرِ بے نیام ہیں۔

۸۔ آپ قریش کی جماعت میں ہیں کہ جب وُہ وادی مکہ میں ایمان لائی تو ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یہاں سے ہجرت کر جاؤ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اشعار غور سے سُنو

جب یہ قصیدہ ختم ہُوا تو آپ نے اپنی وہ چادر مُبارک جو اس وقت اوڑھ رکھی تھی اتار کر حضرت کعبؓ کے کندھوں پر ڈال دی یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ ان کی ہجو گوئی کو معاف کرتے ہُوئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی چادر مُبارک سے نوازا تھا جو کعبؓ کے لیے سارے جہان کی نعمتوں سے افضل اور ارفع تھی۔ جسے اُنھوں نے زندگی بھر کبھی اپنے آپ سے جُدا نہ کیا حالانکہ تنگ دستی میں یہ چادر مُبارک بھاری قیمت پر خریدنے والے پیشکش بھی کر چکے تھے۔

بعض روایات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مُبارک ساتویں شعر پر اور بعض کے مطابق آٹھویں شعر پر عطا فرمائی تھی۔ اس قصیدہ کو قصیدہ بُردہ بھی کہتے ہیں کیونکہ بُردہ اور ردا کے معنی چادر کے ہوتے ہیں اس کے ۵۸ شعر ہیں یہ ردائے مُبارک زہیرؓ کی وفات کے بعد ان کے خاندان میں رہی اور پھر حضرت امیر معاویہؓ نے زرِ کثیر بطور ہدیہ پیش کر کے خرید لی اور بعد میں اموی خلفا اس ردائے مُبارک (چادر مُبارک) کو اوڑھ کر عیدین کا خطبہ

Marfat.com

دیا کرتے تھے۔

آج کل یہ بُردہ شریف یعنی چادر مُبارک ٹرکی میں استنبول کے سلطان محمد فاتح کے تعمیر کردہ محل "توپ کاپی" کے کمرہ نمبر ۱۲ میں ایک طلائی صندوق میں محفوظ ہے۔

یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی اگر یہاں یہ تذکرہ بھی کر دیا جائے کہ اس قصیدہ سے متأثر ہو کر ابو عبداللہ شرف الدین محمد البوصیری (۶۰۸ – ۶۹۴ ہجری) نے بھی اپنی بیماری کے دوران ایک قصیدہ لکھا اور خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے دستِ شفقت ان کے مفلوج جسم پر پھیرا اور ردائے مُبارک عطا کی جس کی وجہ سے بوصیری صحت یاب ہو گئے یہ قصیدہ بھی قصیدہ بُردہ ہی کہلاتا ہے اور اس کے ۱۶۲ اشعار ہیں۔

اس کی زبان کاٹ ڈالو

غزوۂ حنین میں فتح کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو حضرت اقرع رضؓ کو بطور تالیفِ قلب ایک سو اونٹ مرحمت فرمائے۔ نامور شاعر صحابی حضرت عباسؓ بن مرداس سلمی کو حضرت اقرعؓ سے اس امتیازی سلوک پر بڑا رشک آیا۔ کیونکہ انھیں کم اونٹ عطا ہوئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے فی البدیہہ چند اشعار کہے جن سے آزردگی کا اظہار ہوتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سُنے تو حضرت علیؓ سے فرمایا

"اقطع عنّی لسانہ" (اس کی زبان کاٹ ڈالو)

حضرت علیؓ نے عباسؓ بن مرداس کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا میرے ساتھ چل۔ اُنھوں نے راستے میں حضرت علیؓ سے پوچھا۔

"علیؓ کیا میری زبان کاٹو گے"

حضرت علیؓ نے فرمایا

لہ رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ: ۳۵۸

Marfat.com

"تو میرے ساتھ چلا آ میں رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم کے حکم کی تعمیل کروں گا"

اس طرح باتیں کرتے حضرت علیؓ عباسؓ بن مرداس کو اونٹوں کے گلے میں لے گئے اور اُن سے کہا

"سو اُونٹ اس گلّے میں سے اپنی پسند کے چُن لے"

حضرت عباسؓ بن مرداس نے سو اُونٹ چُن لیے اور خوش ہو گئے ۔ یُوں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عباسؓ بن مرداس کی آزردگی اور ناپسندیدگی پر ان کی زبان کاٹ ڈالی تاکہ آئندہ شکوہ و شکایت نہ کر سکے ۔

Marfat.com

حاطبؓ کا خط

حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے لیے ارادہ فرمایا تو اپنے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا اور فرمایا کہ مکہ جانا ہے لیکن یہ راز کسی کو نہ بتایا جائے لیکن حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ کے نام ایک خط لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور مکہ کی جانب روانگی کا ذکر کیا۔ پھر یہ خط ایک عورت کے ہاتھ سردارانِ مکہ کے نام روانہ کر دیا انھوں نے عورت کے ساتھ طے کر لیا تھا کہ وہ اس خدمت کا اسے صلہ عطا کریں گے۔ چنانچہ وہ عورت یہ خط لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر آسمان سے مل گئی آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور حکم دیا کہ جاؤ اور اس عورت سے خط برآمد کرو وہ تیز رفتار سواریوں پر مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور راستے میں اس عورت کو جا لیا اور جب انھوں نے اس سے خط کے بارے میں پوچھا تو اُس نے صاف انکار کر دیا اس کے سارے سامان

۱؎ معجزات سرورِ عالمؐ صفحہ ۱۴۷

Marfat.com

کی تلاشی لی گئی مگر خط نہ ملا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی ہم جھوٹ بول رہے تھے۔ یا تو خط ہمارے حوالے کر دو۔ یا ہم تیرے کپڑے اتروا کر تیری تلاشی لیں گے"۔

جب اس عورت نے یہ صورت حال دیکھی تو کہا "ذرا ہٹ جاؤ" وہ ذرا ادھر ہوئے تو اس نے سر کی مینڈھیاں کھولیں اور خط نکال کر دے دیا اُنھوں نے خط لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے خط ملنے کے بعد حاطبؓ کو بلایا اور پوچھا

"اے حاطب تُو نے یہ حرکت کیوں کی ہے"۔

کوئی دوسرا ہوتا تو بلا تحقیق کے راز فاش کرنے اور اسے دشمنوں تک پہنچانے کے جرم میں قتل کر دیتا یا سخت اذیت میں مبتلا کر دیتا لیکن یہاں معاملہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ آپؐ نے کسی قسم کی خفگی کا اظہار کیے بغیر حاطبؓ سے ان کی اس حرکت کی وجہ دریافت فرمائی جس پر حاطبؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا وفادار اور مومن ہوں۔ نہ میں نے اپنی وفاداری بدلی ہے نہ میرا ایمان تبدیل ہوا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ مکہ میں میرا کوئی خاندان اور قبیلہ نہیں ہے مگر میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں۔ اس لیے میں نے قریش کو ممنون کرنے کے لیے یہ خط لکھا ہے۔ تاکہ میرے بچوں کو کوئی گزند نہ پہنچائیں"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ــــ جو اس موقع پر وہاں موجود تھے ــــ عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص منافق ہو گیا ہے۔ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں"۔

Marfat.com

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

"عمرؓ تمھیں کیا خبر۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیا ہو کہ تم خواہ کچھ بھی کرو میں نے تمھیں معاف کر دیا۔"

اور حضرت حاطبؓ تو بدری صحابی تھے۔

Marfat.com

گر میں عدل نہ کروں گا

ایک مرتبہ[1] جمعہ کے روز ایک شخص ہارون الرشید کے سامنے کھڑا ہوا جب کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہا تھا اس شخص نے ہارون سے کہا

"خدا کی قسم تم تقسیم دولت میں مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے نہ رعیت کے ساتھ عدل کرتے ہو۔ تم نے یہ کیا اور وہ کیا ۔"

ہارون کے حکم سے وہ شخص فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ اور نماز جمعہ کے بعد اس کے سامنے پیش کیا گیا ہارون نے امام ابو یوسفؒ کو بلوایا وہ جب پہنچے تو انھوں دیکھا کہ وہ شخص ہتھکڑی اور بیڑی میں جکڑا کھڑا ہے ۔ جلاد اس کے سر پر کوڑے لیے کھڑے ہیں۔ ہارون امام ابو یوسفؒ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا

"اے یعقوب اس شخص نے مجھ سے ایسی باتیں کہی ہیں جو آج تک کسی کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی"

امام ابو یوسفؒ نے کہا

---

[1] مسلمان قاضیوں کے بے لاگ فیصلے

Marfat.com

"امیرالمؤمنین۔ تو اس میں کون سی بات ہوگئی؟
اس طرح کی باتیں تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ بھی کی گئی ہیں اور آپؐ نے معاف کر دیا ہے۔ اور درگزر سے کام لیا ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؐ کو قسم دی ۔۔۔ میں آپؐ کو قسم دیتا ہوں کہ عدل کیجیے۔"

آپؐ نے جواب میں فرمایا

"اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا"

اور اسے معاف فرما دیا۔

ایک مرتبہ اس سے بھی سنگین واقعہ پیش آیا۔ زبیرؓ اور ایک انصاری مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپؐ نے زبیرؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر انصاری نے کہا

"یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ کیا یہ فیصلہ آپؐ نے اس لیے کیا ہے کہ زبیرؓ آپؐ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں"

آپؐ نے یہ سنا اور معاف کر دیا۔

امام ابو یوسفؒ کی یہ باتیں سن کر ہارون الرشید کا غصّہ ٹھنڈا ہوگیا اور اس نے اس شخص کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔

جب پناہ مل گئی

ابوعبدالرحمٰن حارث بن ہشام بن مغیرہ مخزومی مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ غزوۂ بدر ۲ ہجری میں اپنے بھائی ابوجہل کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے گئے لیکن جب ابوجہل اور دوسرے بہت سے سردارانِ قریش ذلت کے ساتھ مارے گئے تو انھوں نے بھی راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی مصلحت سمجھی۔ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ وہ غزوۂ اُحد میں بھی مشرکین کے ساتھ تھے۔

۸ ہجری میں مکہ معظمہ پر پرچم اسلام بلند ہوا اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو حارث اور زہیر بن اُمیہ مخزومی اور بعض روایات کے مطابق عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب کے گھر میں پناہ لی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو معلوم ہوا

---

[1] رحمت دارین کے سو شیدائی۔ صفحہ: ۲۷۵

Marfat.com

تو تلوار لیے ہوئے اپنی ہمشیرہؓ کے گھر پہنچے اور یہ کہہ کر دونوں مخزومیوں کو قتل کرنا چاہا۔
کہ یہ واجب القتل ہیں حضرت ام ہانی رضی نے کہا انھوں نے میرے ہاں پناہ لی ہے۔
میں ان کو ہرگز قتل نہ ہونے دوں گی۔ پھر اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد ام ہانی رضہ
دونوں مخزومیوں کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت ام ہانی رضہ کو دیکھ کر فرمایا

"مرحبا، اہلاً یا امِ ہانی رضہ کیسے آنا ہوا"

حضرت امِ ہانی رضہ نے عرض کیا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ان دونوں کو پناہ دی ہے اور
علی رضہ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جس کو تُو نے پناہ دی۔ اُس کو میں نے بھی پناہ دی"

حارثؓ اور زہیر (یا عبداللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دیکھ کر دنگ
رہ گئے اور اسی وقت صدقِ دل سے مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

مسجد نبوی

روضۂ اقدس

والہانہ انداز میں استقبال کرنے والوں کے ساتھ جب محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں تشریف لائے جو آپؐ کی سکونت کے بعد مدینۃ النبیؐ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آپؐ نے اپنی میزبانی کے لیے خالدؓ بن زید کا گھر۔ جو اپنی کنیت ابو ایوبؓ سے موسوم ہیں۔ منتخب فرمایا تو یہ سفرِ ہجرت بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

دُوسرے دِن آپؐ نے اپنے میزبان کے مکان کے سامنے ایک قطعۂ اراضی کو مسجد کے لیے پسند فرمایا اور اس کے مالکان سہل اور سہیل سے قیمتاً خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دیا۔ اس جگہ لوگ کھجوریں سکھاتے تھے۔ بچے یہاں کھیلتے اور دُھول اڑاتے تھے۔ تھکے ہُوئے اُونٹ بھی کبھی کبھی یہاں آرام کر لیتے تھے۔ اس جگہ کی ایک جانب مشرکین کی چند قبریں تھیں اور کچھ کھجوروں کے درخت تھے جن کے ساتھ ساتھ خود رو جھاڑیاں بھی نظر آتی تھیں اسی جگہ پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ جم کر بیٹھ گئی تھی۔ اور اب اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ مُسلمان جس آبادی

Marfat.com

میں پہنچیں۔ وہاں سب سے پہلے خدا کی عبادت کے لیے مسجد تعمیر کریں کیونکہ مسجد ہی اسلام کی میخ ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اسے اس جگہ گاڑ دے جہاں اسے آباد ہونا ہے۔

جانثاروں نے جب اس جگہ کو جھاڑیوں اور درختوں سے صاف کر دیا اور ساری زمین صاف ستھرے اور ہموار میدان میں تبدیل ہو گئی تو گارے اور کچی اینٹوں سے مسجد کی دیواریں اٹھائی گئیں اس کام میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مزدوروں کی طرح کام کیا۔ ستونوں کی جگہ مسجد میں کھجوروں کے تنے گاڑ دیے پتوں کی چھت ڈالی گئی جسے گرمی اور بارش سے بچنے کے لیے گارے سے لیپ دیا گیا۔ اور اس طرح وہ مسجد تیار ہو گئی جس میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں میں پڑھی گئی پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور جو کعبۃ اللہ کے بعد دنیا کی سب سے زیادہ مقدس اور مبارک مسجد ہے۔ مسجدیں زمین پر اللہ کے گھر ہیں آسمان والوں تک ان کا نور اس طرح پہنچتا ہے جیسے ستاروں کا نور اہلِ زمین تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بستیوں میں محبوب ترین جگہیں مسجدیں ہیں جن کی عمارت میں سادگی کے باوجود ایک پُرزور کشش ہوتی ہے جو ہمارے دلوں کو دین کی طرف کھینچتی ہے چند ماہ گزرنے کے بعد مسجد سے ملحق مشرق کی جانب دو حجرے تعمیر کیے گئے تاکہ ان میں ام المؤمنین حضرت سودہ رضؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ رہ سکیں ان میں سے ہر ایک کی وسعت تین سے ساڑھے تین گز تک تھی گارے اور کچی اینٹوں سے ان کی دیواریں چنی گئی تھیں اور جب یہ اتنی بلند ہو گئیں کہ اگر آدمی کھڑا ہو کر اپنے بازو اوپر اٹھائے تو اس کے ہاتھ چھت کو چھونے لگیں تو ان پر کھجوروں کی شاخیں رکھ کر انھیں پتوں سے ڈھانپ دیا اور گارے سے لیپ کر دھوپ اور بارش سے بچاؤ کی سبیل پیدا کر لی گئی ان حجروں کے ساتھ نہ کوئی صحن تھا نہ دالان نہ ملحقہ کمرہ۔ مٹی کی یہ دیواریں اس قدر کمزور تھیں کہ ان میں شگاف نظر آتے تھے دروازے کی چوکھٹ تک نہ تھی۔ بس دیوار میں ایک شگاف تھا جس پر کمبل ڈال کر اس سے پردہ کر دیا گیا تھا۔ اس دروازے سے باہر نکلیں تو قدم صحن مسجد میں پڑتا تھا ــــ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردانہ

Marfat.com

نشست گاہ کا کام بھی دیتی تھی۔ جب یہ سب کچھ تیار ہو گیا اور اُمّہات المؤمنین بھی مکہ سے ہجرت کر کے وہاں آ پہنچیں تو آپؐ نے بھی حضرت ابوایوبؓ والا مکان چھوڑا اور ان حُجرات میں اقامت اختیار کر لی۔ اس کے بعد جیسے جیسے ازواج مطہرات کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا ان کے الگ الگ حجرے بنتے گئے اور جب شرقی سمت میں جگہ نہ رہی تو یہ سلسلہ شمالی جانب شروع ہو گیا۔

حجرات کے متعلق ایک دوسری رپورٹ بھی ہے جو ہم نقوش رسولؐ نمبر شمارہ ۱۳۰ دسمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۴۴۹۔ ۴۵۱ کے حوالہ سے ذیل میں درج کرتے ہیں (صحیح علم اللہ کی ذات پاک کو ہے)۔

مسجد نبویؐ سے ملحق دو حجرے (چھوٹے مکان) ازواج مطہرات کے لیے تعمیر کیے گئے اس وقت آپؐ کی دو بیویاں تھیں (حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ) یہ مکانات مسجد کے مشرق میں تھے ازاں بعد جب مکانات کی تعداد نو ہو گئی آنجنابؐ کے لیے نئے نکاح کے بعد نیا مکان بنا لیا جاتا تھا۔ حجروں کی چار دیواری کچی تھی اور یہ حجرے ایک دوسرے کے متصل تھے۔

یہ مکانات کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے حالانکہ اس زمانے میں مدینہ میں پتھروں کو تراش کر مکانات بنانے کا رواج بھی تھا۔ ہر مکان ایک کمرے اور ڈیوڑھی پر مشتمل تھا جس کے گرد مختصر سی چار دیواری تھی۔ حویلی کا عرض کمرے کے دروازے سے مکان کے دروازے تک چھ سات ہاتھ تھا۔ مکان کے سامنے بیٹھنے کے لیے چبوترہ بھی تھا۔ ہر کمرے کی اندر سے لمبائی اندازاً دس ہاتھ اور چوڑائی سات آٹھ ہاتھ تھی۔ حضرت عائشہؓ کا کمرہ قبلہ رُخ تھا۔ اور اس کے دروازے کا ایک کواڑ تھا۔ کواڑ کی لکڑی ساگوان کی تھی۔ اس کا عرض ۳×۳ فٹ تھا۔ چھت اتنی نیچی تھی کہ ہاتھ چھت کو لگتا تھا حضرت عمر فاروقؓ نے شاید اس لیے یہ فرمان جاری کیا تھا کہ مکانات کی چھتیں اونچی مت بناؤ۔ شروع میں ان مکانات کے دروازے مسجد میں

Marfat.com

بھی کھلتے تھے مگر بعد ازاں انھیں بند کرا دیا گیا تاہم حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے مکان سے ایک چھوٹی سی کھڑکی مسجد میں باقی رکھی گئی جو وصال نبیؐ تک رہی۔ کچے مکانات کو جب لپائی یا مرمت کی ضرورت ہوتی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ کام بسا اوقات خود انجام دیتے کبھی کوئی صحابی ہاتھ بٹا دیتے تھے۔ مسجد النبیؐ اور ازواج مطہرات کے حجرات کی تعمیر کا کام کم و بیش ایک سال تک ہوتا رہا۔ اور ہجرت کے دوسرے سال ماہ صفر (اگست ستمبر ۶۲۳ء) میں مکمل ہوا۔

ماہِ صفر ۱۱ ہجری کے آغاز ہی سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طبیعت ناساز ہو گئی تھی۔ لیکن ۵ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ میں قیام فرمانے کی باری تھی تو آپؐ نے چاہا کہ علالت کے باقی دِن اسی حجرہ مبارک میں قیام فرمائیں جسے تمام ازواج مطہرات نے بخوشی قبول کر لیا اور آپؐ مستقل طور پر حجرۂ عائشہ رضؓ میں منتقل ہو گئے۔

۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کا دِن تھا بظاہر طبیعت کچھ ٹھیک معلوم ہوتی تھی مولانا شبلی لکھتے ہیں۔

"جس روز وفات ہوئی بظاہر طبیعت کو سکون تھا حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔ آپؐ نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے۔ انھیں دیکھ کر مسرت سے ہنس پڑے لوگوں نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ آپؐ باہر مسجد میں آنا چاہتے ہیں فرطِ مسرت سے تمام لوگ بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں حضرت ابوبکر رضؓ نے جو امام تھے چاہا کہ کسی طرح پیچھے ہٹ جائیں آپؐ نے اشارے سے روکا اور حجرہ شریف میں داخل ہو کر پردے ڈال دیئے۔ یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہؓ نے جمال اقدس کی زیارت کی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ چہرہ مبارک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کا کوئی ورق ہے یعنی سفید ہو گیا تھا۔"

سہ پہر کے قریب یکایک طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی اور آپؐ نے انگشت مبارک سے اُوپر کی طرف اشارہ کیا اور تین بار زبان مُبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

بل الرّفیق الاعلیٰ

(بس اَب اور کوئی نہیں صرف رفیق اعلیٰ درکار ہے)

اس کے بعد رُوح مُبارک جسم مُبارک کا ساتھ چھوڑ گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بتایا کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس کی رُوح قبض کرتا ہے بس ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ مُبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو دفن کر دیا گیا اور اس طرح یہ حجرہ مُبارک اَب روضۂ اقدس میں تبدیل ہوگیا۔

اس حجرہ کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا یعنی ایک حصّے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ رہا کرتی تھیں اور دوسرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقد مُبارک تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ کافی عرصہ تک اس روضہ مُبارک کی محافظت کرتی رہیں پھر خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت پاکر اس کے ایک حِصّہ میں مقیم ہوگئیں اور بیچ میں دیوار کھڑی کر دی گئی جس میں ایک دروازہ رکھا گیا تھا۔ تاکہ ام المؤمنین کی ہمہ وقت حاضری میں فرق نہ آئے جب ام المؤمنین کے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وہاں دفن ہُوئے تو آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ لیکن جب ۲۳ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضؓ آپؓ کی اجازت سے وہاں دفن ہوئے تو ام المؤمنینؓ پردہ کرکے روضہ اقدس پر حاضری دیتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ اَب یہاں بغیر پردے کے داخل ہوتے ہُوئے حجاب آتا ہے اور جب تک زندہ رہیں برابر محافظت کرتی رہیں۔

جب آپؓ اس دُنیا سے رخصت ہوکر جنت البقیع میں دفن ہُوئیں تو روضہ مُبارک کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

اس کے مدتوں بعد جب خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کی طرف سے حضرت عمر بن

Marfat.com

عبدالعزیز مدینہ منورہ کے حاکم تھے ولید نے اُنھیں حکم بھیجا کہ مسجد نبوی کے ارد گرد جس قدر مکانات ہوں اُنھیں خرید کر مسجد نبویؐ میں توسیع کریں۔ اور حجرات ازواج النبیؐ کو بھی ان کے مالکوں سے خرید کر مسجد میں داخل کریں کہتے ہیں جس روز ولید کا حکم مدینہ منورہ میں آیا۔ اور پیغمبرؐ خدا کے حجرے گرا دیے گئے تو شہر میں کہرام مچ گیا اور کوئی شخص ایسا نہ تھا۔ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس یادگار کے مٹنے پر اشکبار نہ ہو۔ سعید بن مسیب جو ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں کہتے تھے کہ

"کاش رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کو اسی حالت میں بحال رکھا جاتا۔ تاکہ لوگ دیکھا کرتے کہ شہنشاہِ دو عالمؐ اور آپؐ کے اہلِ بیت سب نے اس دارفانی میں اپنی زندگی کے ایام کس طرح گزارے تھے"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ ۵۸ھ تک بقیدِ حیات رہیں اور حجرہ اقدس کے مشرقی حصے میں مقیم روضہ مبارک کی محافظت فرماتی رہیں اس عرصہ میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضؓ اور خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ نے اپنے اپنے عہد میں مسجد نبویؐ کی حدود کو وسیع کیا لیکن حجرات مقدسات سے بالکل محتاط رہے۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر تھے چونکہ تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن رحلت فرما کر جنت البقیع میں دفن ہو چکی تھیں اور حجرات طاہرات محض زیارت گاہ کا کام دے رہے تھے اس لیے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے گورنر مدینہ کو ہدایت کی کہ تمام حجرات کو گرا کر مسجد نبویؐ میں شامل کر لیا جائے۔ اور حجرہ عائشہ رضؓ کی مرمت، حفاظت اور توسیع ممکن حد تک کر دی جائے۔ عامۃ المسلمین کو ان مقدس مقامات کے ساتھ بے حد عقیدت تھی اس لیے ان کے انہدام کو ناپسند کرتے تھے۔ خود عمر بن عبدالعزیز بھی اس اصلاح اور ترمیم پر رنجیدہ تھے مگر بہرحال خلیفہ کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ اس کے علاوہ اس کام میں خیر و اصلاح کا پہلو بھی موجود تھا۔ اس لیے ۸۸ ہجری تا ۹۱ ہجری میں یہ کام نہایت احتیاط سے سرانجام دیا گیا۔

Marfat.com

مسجد نبوی کی حدود مشرق شمال اور مغرب کی طرف وسیع کی گئیں حجرۂ عائشہ رضؓ جواب روضۂ نبویؐ کی شکل اختیار کر گیا تھا مرمت طلب تھا اس لیے اس کی اندرونی مرمت نہایت ادب کے ساتھ کی گئی اور حجرہ شریف کے باہر ایک وسیع تر چہار دیواری بنا دی گئی جو دیوارِ عمر بن عبدالعزیز کہلاتی ہے اس چار دیواری نے حجرہ مبارک کے قدیم احاطہ کو چاروں طرف سے محفوظ کر دیا اس نئے حصار میں جنوب مشرق اور مغرب کی دیواریں قدیم دیواروں کے متوازی بنائی گئیں لیکن شمالی جانب مخروطی شکل کی محراب نما دو دیواری اٹھائی گئی۔

حِدار (دیوار) عمر بن عبدالعزیز کے بعد بھی وقتاً فوقتاً مرمت اور زیبائش کے کام سرانجام پاتے رہے لیکن ۵۵۷ ہجری میں وہ سانحۂ عظیم رونما ہوا جس سے عالم اسلام میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ سلطان نورالدین محمود شہید بن عمادالدین زنگی نے ایک رات نماز تہجد کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور دیکھا کہ آپؐ دو گربہ چشم (کرنجی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے ہیں۔

"مجھے ان دونوں سے نجات دو"

سلطان گھبرا کر اٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا نوافل پڑھے اور لیٹ گئے ابھی لیٹے ہی تھے کہ آنکھ لگ گئی اور پھر یہی خواب دیکھا وہ پھر اٹھے وضو کیا نوافل پڑھے اور لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی پھر یہی خواب دیکھا اور پھر تیسری بار بھی یہی خواب دیکھا اس پر نیند اڑ گئی اور بے چین ہو کر اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کرکے اسے سارا واقعہ سنایا۔ وزیر نے کہا دیر نہ کیجیے فوراً مدینہ طیبہ چلیے۔ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجیے یہ خیال کرکے کہ مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آگیا ہے اس لیے وہاں جلد از جلد پہنچنا چاہیے اپنے وزیر بیس ارکین مجلس اور دو سو سپاہیوں کو ہمراہ لے کر بہت سے زمرد جواہر کے ساتھ نہایت تیز رفتار سانڈنیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے رات دن سفر کرکے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آچکا تھا۔ اس لیے سلطان کی اچانک آمد سے

مدینہ طیبہ والے حیران رہ گئے مدینہ کے گورنر نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سُنایا گورنر نے سلطان سے کہا کہ میں انعام واکرام کے بہانے مدینہ کے تمام لوگوں کو آپ کے سامنے سے گزاروں گا آپ ان میں ان دونوں آدمیوں کو پہچان لیں۔ چنانچہ یہی کیا گیا لیکن مطلوبہ شخص نظر نہ آئے۔ سلطان حیران ہُوا آخر اس نے پوچھا کیا شہر کی آبادی میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو انعام لینے سے محروم رہ گیا ہے خُدام نے عرض کی بادشاہ سلامت صرف دو اہلِ مغرب باقی ہیں جو نہایت صالح دین دار اور گوشہ نشین ہیں وہ جنّت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں اور سارا دِن اپنے مکان میں محوِ عبادت رہتے ہیں سلطان نے ان کو طلب کیا اور جونہی وہ سُلطان کے سامنے آئے اس نے انھیں پہچان لیا۔ مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ان سے مصافحہ کیا عزّت سے بٹھا کر ان سے باتیں کیں اور پھر گفتگو کرتے ہُوئے ان کے حجرہ میں پہنچا جہاں فرش پر ایک معمُولی سی چٹائی بچھی ہُوئی تھی۔ طاق میں قرآن مجید اور دینی کتابیں اور صدقہ وخیرات کرنے کے لیے تھوڑا سا سامان موجود تھا۔ سلطان حیران تھا کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ مایوس ہو کر واپس جانے کا ارادہ کیا تو چٹائی کے نیچے ہلتی ہُوئی کوئی چیز محسوس ہُوئی چٹائی کو ہٹایا گیا تو ایک تختہ نظر آیا جس کو اُٹھایا تو ایک سرنگ دکھائی دی جو روضہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کھودی گئی تھی۔ اسی وقت ان دونوں کو گرفتار کر لیا گیا اور جب ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی تو دونوں نے اقبال جُرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ رُومی عیسائی ہیں جنھیں عیسائی بادشاہوں نے بہت سا مال دیا تھا تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جسدِ مُبارک نکال کر لے جائیں اور مُسلمانوں کا مرکز ختم ہو جائے۔ مدینہ کے لوگ ہمارے اس بہروپ کے جال میں پھنس گئے اور ہمیں روضہ مُبارک کے سامنے رہنے کے لیے ایک حجرہ مل گیا۔ ہم رات بھر سرنگ کھودتے ہیں اور صبح سویرے چمڑے کے دو تھیلوں میں اسی مٹّی کو بھر کر فاتحہ پڑھنے کے بہانے جنّت البقیع میں جا کر ڈال دیتے ہیں دن بھر زیارت گاہوں میں گھومتے رہتے

ہیں اور رات پھر اس کام میں مصروف ہوتے ہیں کئی برسوں کی محنت کے بعد آج ہم جسدِ مبارک کے پاس پہنچ گئے تھے۔ (لکھتے ہیں جس رات یہ سُرنگ جسدِ اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات سخت بارش اور ہوا کا طوفان آیا اور بجلی زور زور سے کڑکتی رہی۔ جس کی وجہ سے لوگ سخت پریشان ہوئے) یہ واقعات سن کر سلطان زار و قطار رو دیا اور اسی وقت حجرہ کے عین سامنے ان دونوں لعینوں کا سرتن سے جدا کر دیا پھر سجدۂ شکر بجا لایا۔ اور اس کے بعد روضۂ اقدس کے اردگرد اتنی گہری خندق کھدائی کہ پانی نکل آیا پھر اس خندق میں سطحِ زمین تک سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا تاکہ آئندہ کوئی خطرہ نہ رہے اور اس کے اُوپر چار دیواری تعمیر کر دی گئی۔

گنبدِ خضرا اسی مقصورہ کی دیواروں پر قائم ہے جس کی بنیاد میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا گیا تھا۔ مقصورہ کی مربع عمارت کی جالیوں میں سے اندر نظر ڈالنے پر وہ مخمس عمارت نظر آتی ہے جس کو ۸۸ ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تعمیر کرایا تھا جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اس تمام عمارت پر غلاف چڑھایا گیا ہے اور اس عمارت کے اندر حجرۂ عائشہ رضؓ اپنی اصلی حالت اور صورت میں اب تک موجود ہے جس کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں نائبین حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے ساتھ آرام فرما ہیں مواجھہ شریف سے جب ہم سلام پڑھتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک اور ہمارے درمیان تین دیواریں حائل ہوتی ہیں اس میں حکمت یہ ہے کہ وہاں انوار و تجلیات کا اس قدر نزول ہے کہ کوئی نگاہ اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔

قبرِ اطہر تک پہنچنے کے لیے تین سوراخ (کھڑکے) ہیں پہلا حجرہ مبارک کی چھت میں چہرہ انور کے عین مقابل ہے (یہ اس وقت بنایا گیا تھا جب حضرت عائشہ رضؓ حیات تھیں اور مدینہ منورہ میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی ہو گئی تھی۔ تو آپ نے مشورہ دیا تھا کہ روضہ اقدس کی چھت میں اس جگہ ایک سوراخ کر دیا جائے چنانچہ ایسا کرنے سے خوب بارش ہوئی اور جب لوگوں نے اسے بند کرنا چاہا تو آپ نے انھیں منع فرمایا کہ

اسے اسی حالت میں رہنے دیا جائے) دوسرا اسی کے عین اُوپر مخمس عمارت (جو عمر بن عبدالعزیز نے بنوائی تھی) کی چھت میں ہے اور تیسرا گنبدِ خضرا کے کلس کی جڑ میں اس کے عین بالمقابل ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آج تک صرف تین خوش بخت حضرات ان سوراخوں کے ذریعے اندر گئے ہیں۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ مُبارک اور قبرِ مُبارک کی حفاظت کا قدرت کی جانب سے ایسا انتظام کیا گیا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ نے جو فوٹو روضۂ اقدس کے دیکھے ہیں جس میں اندرونی تینوں قبریں نظر آتی ہیں یہ صرف آرٹسٹ کا تخیل ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ قبورِ مبارک تو تین دیواروں کے اندر پوشیدہ ہیں۔

گنبدِ خضرا کی اوّلین تعمیر ۶۷۸ ہجری میں ہوئی یعنی سلطان قلاوون الصالحی نے قبر شریف کو مربع بنیاد کے اُوپر اُٹھا کر بڑی خوبصورتی سے مکمل کیا۔ پھر اس کے بیٹے الناصر حسن بن قلاوون الصالحی نے ۷۶۵ ہجری میں اور سلطان قایتبائی نے ۸۸۱ ہجری میں اصلاح و تجدید کی ۸۸۶ ہجری میں جب آگ سے اس گنبد کو نقصان پہنچا تو سلطان قایتبائی نے ۸۸۷ ہجری میں مسجد نبویؐ کی تعمیرِ نو کے ساتھ ساتھ قبۂ مُبارک کو بھی از سرِ نو مضبوط کر کے بنوایا قبۂ خضرا کی موجودہ صورت سلطان محمود بن عبدالحمید عثمانی کے عہد میں ۱۲۳۳ ہجری میں بنائی گئی جو اب تک قائم ہے۔ ۱۲۵۳ ہجری میں سلطان عبدالحمید ثانی کے حکم سے گنبد کو سبز رنگ دیا گیا اور اس وقت یہ قبۃ الخضرا (سبز گنبد) ہر مُسلمان کی محبت کا مرکز ہے۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد نبویؐ کی توسیع اور مرمت کا کام سعودی مملکت نے بھی بڑی لگن اور صرفِ کثیر سے انجام دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں ہوں اس روضۂ مُبارک پر اور کروڑوں درود و سلام ہوں اس کے مکینوں پر۔ اور لاکھوں انعامات ہوں ان سے محبت رکھنے والوں پر۔

یہ وہ مبارک اور مقدس جگہ ہے جہاں انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے اور ہر دم درود و سلام کی صدائیں گونجتی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ جو شخص (مالی) وسعت رکھے اور میری زیارت کو نہ آئے تو اُس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی (روضہ مبارک کی زیارت کے متعلق حکم)

۲۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی مجھ پر اس کی شفاعت واجب ہو گئی۔

۳۔ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس کو وہی برکت ملے گی جیسے میری زندگی میں کسی نے زیارت کی۔

۴۔ جو شخص میری مسجد میں نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔

۵۔ میرا جو اُمتی خلوص دل سے مجھ پر صلوٰۃ (درود و سلام) بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجتا ہے اس کے صلہ میں اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

۶۔ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر درود بھیجتے ہوں گے۔

۷۔ جو شخص مجھ پہ میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ سے فاصلے پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے یعنی فرشتوں کے ذریعے۔

۸۔ جمعہ کے دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس درود میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ درود مجھ پہ پیش کیا جاتا ہے۔

۹۔ جو شخص مجھ پر درود بھیجے کسی کتاب میں تو ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

Marfat.com

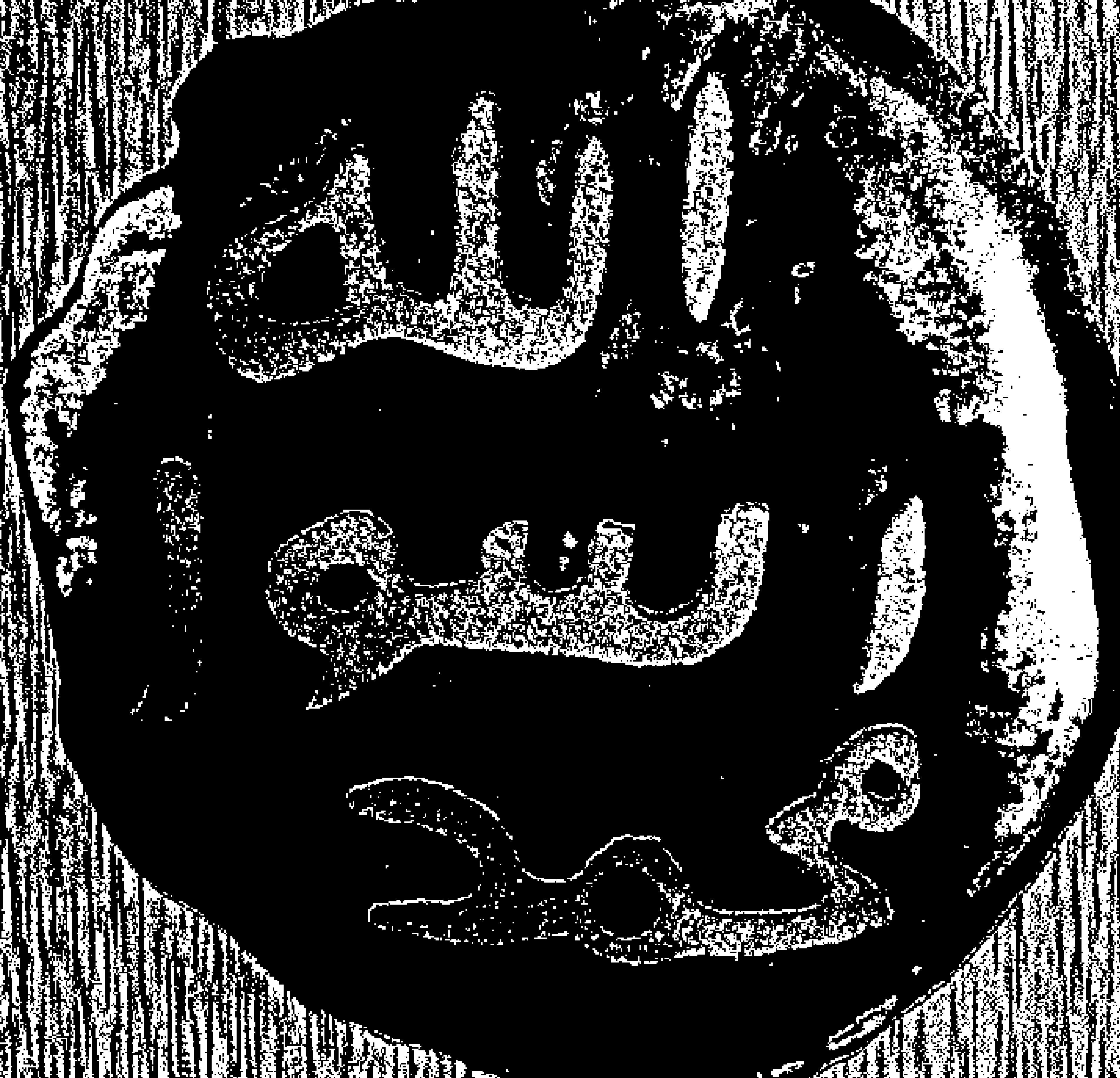

صحابہ کرامؓ اور عشقِ حبیب ﷺ کے تقاضے

علی اصغر چودھری